اسماعیل

واقفین نو کا تعلیمی و تربیتی رسالہ
سہ ماہی | شمارہ نمبر ۱۱ | جولائی-ستمبر ۲۰۱۸

وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ
اور نماز قائم کرو

وقف نو بچوں کی تو خاص طور پر بچپن سے دینی تربیت کرنے کی ضرورت ہے اخلاقی تربیت کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا کرنے کی ضرورت ہے تا کہ بڑے ہو کر وہ دوسروں کی نسبت زیادہ ممتاز ہو کر ابھریں اور دنیاوی دلچسپیاں انہیں اپنی طرف نہ کھینچیں۔ ان کے اخلاق کے معیار دوسروں سے بلند ہوں نہ یہ کہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ بدتمیزی کر رہے ہوں۔

وقف تو نام ہی قربانی کا ہے۔ ماؤں کی اپنے بچوں کی اس نہج پر تربیت کی ضرورت ہے کہ تم نے پڑھ لکھ کر اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے پیش کرنا ہے اور اس کے لئے جتنی بھی بڑی سے بڑی قربانی دینی پڑے دینی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ یوکے 2018ء کے موقع پر 04/اگست 2018ء بروز ہفتہ مستورات سے خطاب میں واقفینِ نَو کی تربیت کے حوالہ سے خاص طور پر توجہ دلائی اور بعض اہم ہدایات فرمائیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطاب میں سے وہ حصہ ذیل میں دیا جارہا ہے۔ اللہ کرے کہ تمام واقفینِ نَو حضور انور کی ان ہدایات پر عمل کرنے والے ہوں۔ آمین۔ (مدیر)

"اسی طرح تربیت کا ایک پہلو یہ بھی سامنے رکھنا چاہئے کہ بچوں کی کوئی کمزوری یا غلطی دیکھ کر لوگوں کے سامنے انہیں سرزنش نہ کریں۔ انہیں اونچی آواز میں نہ کہیں بلکہ پیار سے وہاں ٹوک دیں اور بعد میں اچھی طرح سمجھا دیں۔ ان کی عزت قائم کریں۔ لیکن بعض لوگ بالکل ہی روک ٹوک نہیں کرتے۔ بچے کو اپنی غلطی کا احساس ضرور دلانا چاہئے۔

ایک بہت ضروری بات جو اس حوالے سے میں کہنا چاہتا ہوں وہ واقفین نو بچوں کے متعلق ہے۔ اکثر والدین کا خیال ہے کہ واقفین نو بچوں کو بچپن میں کچھ نہیں کہنا۔ جو وہ چاہے کرتے رہیں بڑے ہو کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ بڑی غلط سوچ ہے۔ آپ نے جب اپنے بچوں کو وقف کیا ہے تو اس دعا کے ساتھ کہ اے اللہ جو بچہ پیدا ہونے والا ہے اسے میں تیرے دین کی خاطر وقف کرتی ہوں۔ یہ دعا اور یہ اظہار خود اس بات کا متقاضی ہے کہ بچے کی تربیت کے لئے زیادہ کوشش کی ضرورت ہے اور اس تربیت کو کامیاب کرنے کے لئے زیادہ دعا کی ضرورت ہے۔ پس وقف نو بچوں کی تو خاص طور پر بچپن سے دینی تربیت کرنے کی ضرورت ہے اخلاقی تربیت کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا کرنے کی ضرورت ہے تا کہ بڑے ہو کر وہ دوسروں کی نسبت زیادہ ممتاز ہو کر ابھریں اور دنیاوی دلچسپیاں انہیں اپنی طرف نہ کھینچیں۔ ان کے اخلاق کے معیار دوسروں سے بلند ہوں نہ یہ کہ وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ بدتمیزی کر رہے ہوں۔ بچے اگر کسی کے گھر جائیں تو گھر والوں کے ناک میں دم کیا ہو۔ بعض مائیں کہہ دیتی ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا تھا کہ واقف نو بچوں کو کچھ نہیں کہنا ان میں اعتماد پیدا کریں۔ ان کا کہنے کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہے کہ انہیں بدتمیز بنا دیں۔ تین چار سال کی عمر سے ہی بچے کو پیار سے تربیت کی ضرورت ہے۔ بلاوجہ کی ڈانٹ ڈپٹ جو بعض مائیں اور باپ کرتے ہیں اور ان کو عادت ہوتی ہے اس سے خلیفۃ المسیح الرابع نے روکا تھا کہ اس طرح نہ کیا کریں اور یہ ہر بچے کے لئے ضروری ہے چاہے وہ واقف نو ہے یا نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے تو اس بات پر بڑی تفصیل سے بیان کیا ہوا ہے کہ ماں باپ بچوں کی بچپن میں صحیح تربیت نہیں کرتے اور جب بچے دوسروں کے گھر جاتے ہیں اور اودھم مچاتے ہیں تو اس کی کوئی حد نہیں ہوتی اور ان گھر والوں کو پریشان کر رہے ہوتے ہیں۔ انہوں نے تو بچپن سے تربیت کی طرف توجہ دلائی تھی خاص طور پر واقفین نو کو انہوں نے کہا تھا کہ اگر بچے کو گھر میں ہی اخلاق سکھائے ہوں اور غیر ضروری اچھل کود اور صوفوں اور چیزوں کو خراب کرنے سے منع کیا ہو تو دوسرے گھر جا کر وہ کبھی ایسی حرکتیں نہ کریں۔ بڑی تفصیل سے انہوں نے یہ باتیں بیان کی ہیں۔ پس یہ ان ماں باپ کی جہالت ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بچے کو کچھ نہیں کہنا۔ اگر وقف نو بچے کی صحیح تربیت نہیں کرنی اور اسے بچپن سے ہی برائی اور اچھائی کی تمیز نہیں سکھانی اور بچوں پر زیادہ سختی کرنی ہے تو ایک تو آپس میں بہن بھائیوں میں اس وجہ سے Jealousy اور غلط سوچ پیدا ہو رہی ہو گی اور دوسرے اگر بچے ردّ عمل نہ بھی دکھائیں اور ماں باپ کی روک ٹوک سے تربیت حاصل کر لیں تو تب بھی دوسرے بچے جو ہیں جن کو روکا ٹوکا جاتا ہے وہ وقف نو بچوں سے زیادہ بہتر ہو جائیں گے اور جماعت کو تو ایسے بچوں کی ضرورت ہے نہ کہ وقف نو کا ٹائٹل لگا کر پھر یہ
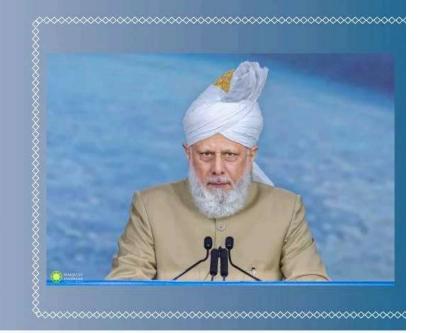
بداخلاق اور بیکار واقفین نو کی جماعت پیدا کرنا یہ جماعت کے کسی کام نہیں آسکتے۔ پس مائیں اپنے وقف نو بچوں کی ایسی اٹھان کریں کہ وہ دین کے علم کے لحاظ سے بھی دنیاوی علم کے لحاظ سے بھی اور اخلاق کے معیار کے لحاظ سے بھی اور دنیا کی خدمت کے جذبہ کے لحاظ سے بھی اور روحانی لحاظ سے بھی اعلیٰ معیار پر پہنچیں۔ اس وقت دنیا میں ساٹھ ہزار سے زیادہ واقفین نو بچے ہیں۔ بہت سے بیس سال کی عمر سے اوپر ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جو میڈیسن اور دوسرے پیشہ ورانہ مضامین میں پڑھ کر میدان عمل میں آگئے ہیں۔ کام کر رہے ہیں۔ لیکن ان لوگوں نے باقاعدہ طور پر جماعت کو اپنی خدمات پیش نہیں کیں۔ ہمارے ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کی ضرورت ہے اور باوجود واقفین نو ڈاکٹروں کے ہم اپنی ضروریات پوری نہیں کر سکے۔ اسی طرح بعض دوسرے پیشے ہیں۔ ایسے وقف نو کا جماعت کو کیا فائدہ۔ بعض آتے بھی ہیں پھر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں کہ الاؤنس کم ہے، جماعت کم الاؤنس دیتی ہے۔ وقف تو نام ہی قربانی کا ہے۔ ماؤں کی اپنے بچوں کی اس نہج پر تربیت کی ضرورت ہے کہ تم نے پڑھ لکھ کر اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے پیش کرنا ہے اور اس کے لئے جتنی بھی بڑی سے بڑی قربانی دینی پڑے دینی ہے۔ تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ ماؤں نے اپنے بچوں کے وقف کرنے کے عہد کو نبھایا ہے۔ ورنہ ایک ظاہری امتیاز ہے وقف نو اور غیر وقف نو بچے کا جس کا جماعت کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پس ان باتوں کی ماں باپ کو ضرورت ہے کہ اس سلسلہ میں خاص کوشش کریں اور جماعتی ضروریات کو پورا کرنے کی روح اپنے بچوں میں پیدا کریں۔ انہیں وقف کی اہمیت کا احساس دلائیں۔ ورنہ کسی معاملے میں بھی وقف نو بچے سپیشل نہیں ہیں کہ سپیشل ہونے کے نام پر ان کی تربیت ہی نہ کی جائے۔ سپیشل ہونے کی خصوصیات کا دو سال پہلے میں نے کینیڈا کے خطبہ میں ذکر کیا تھا اس کو سامنے رکھیں اور اسے لائحہ عمل بنا کر بچوں کی تربیت کریں۔"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مندرجات

جولائی تا ستمبر 2018ء

Waqf-e-Nau Central Department
22 Deer Park Road - London SW19 3TL, UK - Tel: +44 (0)20 8544 7633 - Fax: +44 (0)20 8544 7643 - email: editorurdu@ismaelmagazine.org

اداریہ

ورزش کو اپنے معمولات زندگی کا حصہ بنائیں

ہر انسان کے لئے بالعموم اور مومن کے لئے بالخصوص اپنی صحت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ مومن جب اپنی صحت کا خیال رکھتا ہے تو وہ در اصل اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ زندگی کا شکر ادا کر رہا ہوتا ہے۔ صحتمند جسم کے لئے صحیح خوراک کے علاوہ ورزش بھی بہت ضروری ہے۔ اس طرح انسان ہشاش بشاش اور ترو تازہ رہتا ہے اور ایک مومن مہمّات دینیہ کو بھی بہتر رنگ میں ادا کر سکتا ہے۔ ہمارے اجتماعات میں ورزشی مقابلوں یا دوسرے سپورٹس پروگراموں کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ افراد جماعت خواہ وہ کسی عُمر کے ہوں اپنے آپ کو صحتمند رکھیں تا کہ وہ دینی کاموں میں بھی فعال ہوں۔ ایک مقصد یہ بھی ہے کہ افراد جماعت جماعتی پروگراموں میں حصہ لے کر جماعت کے ساتھ ایک پختہ تعلق پیدا کریں۔ پھر ایک اور مقصد یہ ہے کہ اِن پروگراموں کے ذریعہ سے تبلیغ کے راستے کھلیں۔

طبّی نقطۂ نگاہ سے اگر دیکھا جائے تو ورزش بیماریوں سے نجات پانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ مگر اس بات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ ورزش مستقل مزاجی کے ساتھ کی جائے۔ حال ہی میں ایک کالم نظروں سے گزرا جس کا عنوان تھا کہ "ہفتے میں کتنی ورزش سے دل کی شریانیں صحتمند رہتی ہیں؟"

اس کالم میں بتایا گیا تھا کہ کسی بھی قسم کی ورزش سے دل کے امراض کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔ مگر زندگی کے درست مرحلے پر ورزش کی درست مقدار سے دل اور خون کے نظام دونوں پر عمر کے اثرات کم کر دیتا ہے۔

امریکی محققین نے دریافت کیا ہے کہ ہفتے میں دو سے تین مرتبہ (30 منٹ فی سیشن) ورزش کرنے سے سر اور گردن کو جانے والی شریانیں صحتمند رہتی ہیں۔ تاہم جو لوگ ہفتے میں 4 سے 5 مرتبہ ورزش کرتے ہیں ان کی مرکزی شریانیں بھی صحت مند رہتی ہیں۔(https://www.bbc.com/urdu/science-44197258)

پس ہم واقفینِ نَو کو آج سے ہی اپنے معمولاتِ زندگی میں کوئی نہ کوئی مفید ورزش شامل کرنی چاہئے تاکہ موٹاپے، دل کی بیماریوں، سستی، ڈپریشن اور بلڈ پریشر سے محفوظ رہیں اور اپنے دینی فرائض کو بطریق احسن ادا کریں۔

عربی زبان میں ایک کہاوت ہے: اَلْعَقْلُ السَّلِیْمُ فِی الْجِسْمِ السَّلِیْمِ ۔ کہ صحتمند جسم ہی اچھی سوچ کا حامل ہو سکتا ہے۔ اللہ کرے کہ ہم اس کہاوت کے مطابق اپنے جسم کو تندرست و توانا کر کے اپنے اندر اچھی سوچ پیدا کرنے والے ہوں اور جماعت احمدیہ کے لئے ایک حقیقی مفید وجود بنیں۔ آمین۔

☆...☆...☆
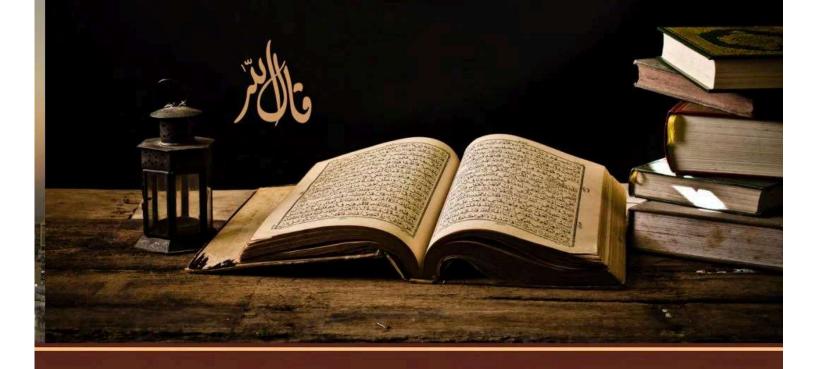
وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

(سورۃ البقرۃ: 248)

ترجمہ: اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ یقیناً اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کو ہم پر حکومت کا حق کیسے ہوا جبکہ ہم اس کی نسبت حکومت کے زیادہ حقدار ہیں اور وہ تو مالی وسعت (بھی) نہیں دیا گیا۔ اُس (نبی) نے کہا یقیناً اللہ نے اسے تم پر ترجیح دی ہے اور اُسے زیادہ کر دیا ہے علمی اور جسمانی فراخی کے لحاظ سے۔ اور اللہ جسے چاہے اپنا ملک عطا کرتا ہے اور اللہ وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”بنی اسرائیل نے جب درخواست کی کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کیا جائے جس کی کمان میں ہم دشمنوں سے جنگ کریں تو اُن کا خیال تھا کہ اُنہی میں سے کسی کو بادشاہ مقرر کر دیا جائے گا۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ اُن کا امتحان لینا چاہتا تھا اس لئے ان کی منشاء کے خلاف ایک شخص کو بادشاہ مقرر کر دیا۔۔۔زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ۔ خدا تعالیٰ نے اُسے علمی لحاظ سے بہت فراخی عطا فرمائی ہے۔ علم کے لفظ سے اِس طرف اشارہ فرمایا کہ دنیا میں مال علم کے ذریعہ ہی کمایا جاتا ہے اور علم اسے تم سے بہت زیادہ حاصل ہے ورنہ بیوقوف آدمی تو اپنے باپ دادا کی کمائی کو بھی تباہ کر دیتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اسے جو علم بخشا ہے اس کے ذریعہ وہ بہت کچھ مال کما لے گا۔ اِسی طرح اس کی علمی برتری کا ذکر کر کے اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ صرف دولت کی وجہ سے کوئی حکومت کا اہل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے لئے تنظیمی صلاحیتوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور حکومتی اوصاف کا بھی پایا جانا ضروری ہوتا ہے۔ اور یہ تمام باتیں اسے تم سے زیادہ حاصل ہیں۔ اسے حکومت کرنے کا ڈھب بھی آتا ہے اور سیاست سے بھی خوب واقف ہے۔ اس لئے صرف مالی کمزوری دیکھ کر اعتراض نہ کرو۔ اس کے اندر جو مخفی جوہر ہیں وہ اپنے وقت پر ظاہر ہوں گے۔

پھر جسم کے لحاظ سے بتایا کہ تم لڑائی کرنا چاہتے تھے۔ اس کا جسم بھی خوب مضبوط ہے اور اُس کی جسمانی طاقتیں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ اس میں ہمّت اور استقلال اور ثبات اور شجاعت کا مادہ پایا جاتا ہے۔ پس اس سے زیادہ اور کون موزوں ہو سکتا ہے۔ یہ مراد نہیں کہ وہ موٹا تازہ ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ مضبوط اور دلیر ہے اور اُس میں قوتِ برداشت اور قربانی کا مادہ زیادہ پایا جاتا ہے۔“ (تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 556-557)
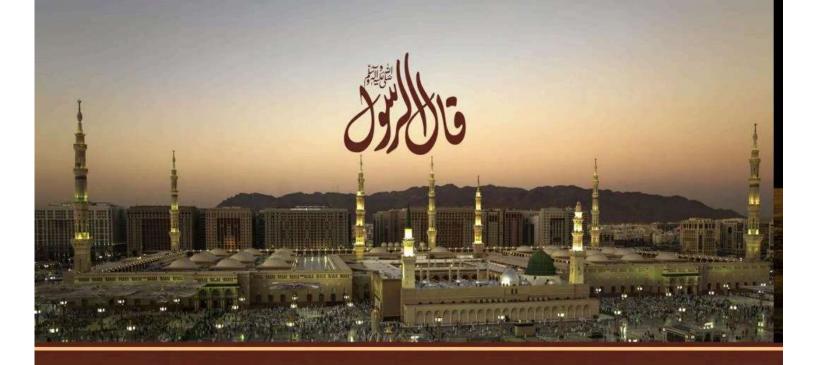
عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ

(صحیح مسلم، کتاب القدر، باب فی الامر بالقوۃ وترک العجز والاستعانۃ باللہ وتفویض المقادیر اللہ)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے اور اللہ کو زیادہ پیارا ہے۔

اس حدیث سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جسمانی لحاظ سے ایک طاقتور، صحت مند، توانا، چاق و چوبند اور تندرست مومن دینی امور میں کہیں زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پاکیزگی نصف ایمان ہے۔ اس ضمن میں بول و براز سے جسم کو بچانا، دانتوں کی صفائی، کھانے پینے کے آداب مثلاً طیب چیزوں کا استعمال، ایک سانس میں پانی پینے کی ممانعت، غسل کی تعلیم اور محنت اور مشقت کی زندگی گزارنے کی تعلیم قابل ذکر ہیں۔

سیر و تفریح اور کھیل اور ورزش انسانی صحت کے لئے ازحد ضروری ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ گویا زمین کی صف آپ کے قدموں تلے لپٹتی جارہی ہو۔ ہم آپ کے ساتھ رہنے کے لئے کوشش کر کے چلتے تھے لیکن آپ کی چال میں کوشش اور تکلف نظر نہیں آتا تھا۔ ہاں طبعی روانی تھی“۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ ایک دفعہ آپ نے حضرت عائشہؓ سے دوڑ کا مقابلہ فرمایا۔

(ورزش کے زینے۔ طبع دوم صفحہ 26)

☆...☆...☆
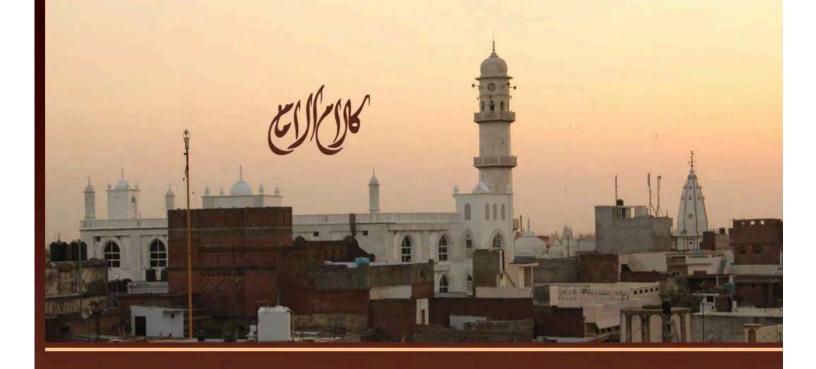
جسمانی اَوضاع کا رُوح پر بہت قوی اثر ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”قرآن شریف کے رُو سے انسان کی طبعی حالتوں کو اس کی اخلاقی اور روحانی حالتوں سے نہایت ہی شدید تعلقات واقع ہیں۔ یہاں تک کہ انسان کے کھانے پینے کے طریقے بھی انسان کی اخلاقی اور روحانی حالتوں پر اثر کرتے ہیں۔ اور اگر ان طبعی حالتوں سے شریعت کی ہدایتوں کے موافق کام لیا جائے تو جیسا کہ نمک کی کان میں پڑ کر ہر ایک چیز نمک ہی ہو جاتی ہے ایسا ہی یہ تمام حالتیں اخلاقی ہی ہو جاتی ہیں اور روحانیت پر نہایت گہرا اثر کرتی ہیں۔ اسی واسطے قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرونی پاکیزگی کے اغراض اور خشوع خضوع کے مقاصد میں جسمانی طہارتوں اور جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکھا ہے۔ اور غور کرنے کے وقت یہی فلاسفی نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اَوضاع کا رُوح پر بہت قوی اثر ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے طبعی افعال گو بظاہر جسمانی ہیں مگر ہماری روحانی حالتوں پر ضرور ان کا اثر ہے۔ مثلاً جب ہماری آنکھیں رونا شروع کریں اور گو تکلّف سے ہی روویں مگر فی الفور ان آنسوؤں کا ایک شعلہ اُٹھ کر دل پر جا پڑتا ہے۔ تب دل بھی آنکھوں کی پیروی کر کے غمگین ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی جب ہم تکلّف سے ہنسنا شروع کریں تو دل میں بھی ایک انبساط پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ جسمانی سجدہ بھی روح میں خشوع اور عاجزی کی حالت پیدا کرتا ہے۔ اس کے مقابل پر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب ہم گردن کو اُونچی کھینچ کر اور چھاتی کو اُبھار کر چلیں تو یہ وضعِ رفتار ہم میں ایک قسم کا تکبّر اور خود بینی پیدا کرتی ہے۔ تو ان نمونوں سے پورے انکشاف کے ساتھ کُھل جاتا ہے کہ بے شک جسمانی اَوضاع کا روحانی حالتوں پر اثر ہے۔“

ایسا ہی تجربہ ہم پر ظاہر کرتا ہے کہ طرح طرح کی غذاؤں کا بھی دماغی اور دلی قوتوں پر ضرور اثر ہے۔ مثلاً ذرا غور سے دیکھنا چاہئے کہ جو لوگ کبھی گوشت نہیں کھاتے رفتہ رفتہ ان کی شجاعت کی قوت کم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ نہایت دل کے کمزور ہو جاتے ہیں اور ایک خداداد اور قابلِ تعریف قوت کو کھو بیٹھتے ہیں۔ اس کی شہادت خدا کے قانون قدرت سے اس طرح پر بھی ملتی ہے کہ چارپایوں میں سے جس قدر گھاس خور جانور ہیں کوئی بھی ان میں سے وہ شجاعت نہیں رکھتا جو ایک گوشت خور جانور رکھتا ہے۔ پرندوں میں بھی یہی بات مشاہدہ ہوتی ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ اخلاق پر غذاؤں کا اثر ہے۔ ہاں جو لوگ دن رات گوشت خوری پر زور دیتے ہیں اور نباتاتی غذاؤں سے بہت ہی کم حصّہ رکھتے ہیں وہ بھی حلم اور انکسار کے خُلق میں کم ہو جاتے ہیں اور میانہ روش کو اختیار کرنے والے دونوں خُلق کے وارث ہوتے ہیں۔ اسی حکمت کے لحاظ سے خدائے تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (الاعراف:32)

یعنی گوشت بھی کھاؤ اور دوسری چیزیں بھی کھاؤ مگر کسی چیز کی حد سے زیادہ کثرت نہ کرو تا اُس کا اخلاقی حالت پر بد اثر نہ پڑے اور تا یہ کثرت مُضر صحت بھی نہ ہو اور جیسا کہ جسمانی افعال اور اعمال کا روح پر اثر پڑتا ہے ایسا ہی کبھی روح کا اثر بھی جسم پر جا پڑتا ہے۔ جس شخص کو کوئی غم پہنچے آخر وہ چشم پُر آب ہو جاتا ہے اور جس کو خوشی ہو آخر وہ تبسّم کرتا ہے۔ جس قدر ہمارا کھانا، پینا، سونا، جاگنا، حرکت کرنا، آرام کرنا، غُسل کرنا وغیرہ افعال طبعیہ ہیں۔ یہ تمام افعال ضروری ہماری روحانی حالت پر اثر کرتے ہیں۔ ہماری جسمانی بناوٹ کا ہماری انسانیت سے بڑا تعلق ہے۔ دماغ کے ایک مقام پر چوٹ لگنے سے یکلخت حافظہ جاتا رہتا ہے۔ اور دوسرے مقام پر چوٹ لگنے سے ہوش و حواس رخصت ہوتے ہیں۔ وباء کی ایک زہریلی ہوا کس قدر جلدی سے جسم میں اثر کر کے پھر دل میں اثر کرتی ہے۔ اور دیکھتے دیکھتے وہ اندرونی سلسلہ جس کے ساتھ تمام نظام اخلاق کا ہے درہم برہم ہونے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان دیوانہ سا ہو کر چند منٹ میں گزر جاتا ہے۔ غرض جسمانی صدمات بھی عجیب نظارہ دکھاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ روح اور جسم کا ایک ایسا تعلق ہے کہ اس راز کو کھولنا انسان کا کام نہیں۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 319 تا 321)

☆...☆...☆
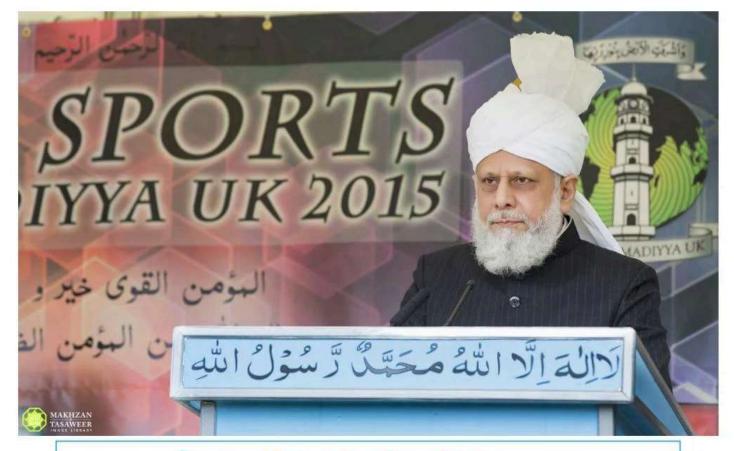
جامعہ احمدیہ یُوکے کی سالانہ کھیلوں کی اختتامی تقریب کے موقع پر
امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا زرّیں نصائح پر مشتمل خطاب
فرمودہ 02 مئی 2015ء بروز ہفتہ بمقام Haslemere، جامعہ احمدیہ یُوکے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہر احمدی کی روحانی اور جسمانی تربیت کے لئے نہایت زرّیں ہدایات و ارشادات فرماتے ہیں۔ خواہ وہ جلسہ ہائے سالانہ میں ہو، ذیلی تنظیموں کے اجتماعات میں ہو یا کسی اَور موقع پر ہو۔ ان ہدایات میں تمام احمدیوں کے لئے رہنما اصول ہوتے ہیں۔ ذیل میں جامعہ احمدیہ یوکے کی سالانہ کھیلوں کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطاب دیا جارہا ہے جو واقفین نَو کے لئے خاص طور پر اپنی صحت کو برقرار رکھنے کے حوالہ سے بہت اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور انور کی ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (مدیر)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

کچھ عرصہ پہلے مَیں حضرت مصلح موعودؓ کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کی باتیں بتا رہا تھا جس میں یہ بتایا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام باقاعدہ سیر پر جایا کرتے تھے اور آپ کی سیرت سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ بعض دفعہ ورزش کے اَور دوسرے طریقے بھی استعمال کرتے تھے۔ اس کے بعد مَیں نے یہ کہا تھا کہ ہمارے مختلف جامعات کے جو طلباء ہیں وہ اب کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ کوئی نہ کوئی گیم کھیلیں اور exercise کریں۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 6؍فروری 2015ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 27؍فروری 2015ء) آپ کے پرنسپل صاحب نے مجھے اس کے بعد لکھا کہ ہم ایک گھنٹہ تو پہلے ہی کرتے تھے اب ڈیڑھ گھنٹہ کر دیں گے۔ لیکن عموماً تو اکثر طلباء بڑے fit ہیں۔ لگتا ہے کہ exercise کرتے ہیں یا اُن کا structure ایسا ہے۔ لیکن جن کا موٹاپے کی طرف رجحان ہے، موٹاپا، جسم بھاری ہونا تو علیحدہ چیز ہے لیکن پیٹ کی طرف بھی تھوڑا سا دھیان کریں۔ کھائیں بے شک لیکن exercise بھی کریں۔ جب ملاقات کے لئے آتے ہیں تو اکثر مَیں پوچھتا ہوں۔ آپ کے ایک student آئے، مَیں نے پوچھا تُم موٹے ہو گئے ہو۔ کہتا ہے۔ نہیں جی۔ مَیں نے

> Exercise ایسی ہونی چاہئے کہ سارے جسم کو fit کرے۔ پیٹ کے muscles جو ہیں وہ صحیح ہونے چاہئیں۔

کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ اس لئے موٹا لگ رہا ہوں۔ تو بعض کپڑے ایسے طلسماتی کپڑے ہوتے ہیں کہ اُن سے منہ بھی پھول جاتا ہے۔ اور جسم بھی انتہائی چوڑا ہو جاتا ہے جس طرح بڑے نرم آٹے کے اوپر نرم کپڑا ڈال کے ہاتھ چلا جاتا ہے۔ تو یہ ان کے پیٹ کی exercise کا حال ہے۔ اُس کو مَیں نے کہا بھی تھا پتہ بھی ہو گا سمجھ بھی گیا ہو گا کہ وہ کون ہے۔ تو exercise جو ہے بڑی ضروری ہے۔ (اب ایک دوسرے سے بے شک بعد میں پوچھتے رہنا) اور exercise ایسی ہونی چاہئے کہ سارے جسم کو fit کرے۔ پیٹ کے muscles جو ہیں وہ صحیح ہونے چاہئیں۔ مَیں کھانا کھانے سے نہیں روکتا۔ بے شک کھائیں لیکن exercise بھی کریں۔ جن کے جسم بے ڈھبے ہو رہے ہیں وہ یہ دیکھیں کہ ہم نے کس طرح اپنے جسموں کو صحیح بھی رکھنا ہے اور صحت سے بھی رکھنا ہے۔ دونوں چیزیں ضروری ہیں۔ باقی یہاں جو پیغام پڑھا گیا کہ 'جامعہ احمدیہ علمی اور تربیتی درسگاہ ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آرمی کیمپ بھی ہے جہاں عاقلوں سے زیادہ دیوانوں کی ضرورت ہے'۔ جامعہ علمی درس گاہ ہے، اس کو بھی یاد رکھیں۔ اکثر نے یہی پیغام پڑھا۔ جس کا لُبِّ لُباب یہی تھا کہ جامعہ احمدیہ ایسی درسگاہ ہے جہاں پاگلوں کی ضرورت ہے۔ پاگلوں کی ضرورت نہیں ہے دیوانوں کی ضرور ضرورت ہے۔ اس لئے حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا تھا کہ ''مقصود مرا پورا ہو اگر مل جائیں مجھے دیوانے دو''۔ (کلام محمود صفحہ 154۔ ایڈیشن مارچ 2002ء مطبوعہ نظارت نشرو اشاعت قادیان) تو وہ دیوانے آپ لوگوں نے بننا ہے۔ اور اس کے لئے صحت مند جسم بھی ضروری ہے اور عقل بھی ضروری ہے۔ لیکن عقل ایسی ہو جس میں جوش بھی ہو۔ علم ایسا ہو جس کا استعمال بھی صحیح ہو۔ لیکن اگر ایسی ضرورت پڑ جائے جہاں جوش کی ضرورت ہے تو اس وقت آپ لوگ صرف مصلحت کے تحت خاموش نہ رہیں۔ نہ ایسا علم کہ جہاں مصلحت سے اور علم سے مسئلہ حل ہوتا ہو وہاں جوش دکھانے والے ہوں۔ تو ان باتوں کا آپ کو خیال رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک جو تجربہ ہے یہاں کے جامعہ سے جو طلباء پاس ہو کے میدان عمل میں گئے ہیں، مربی بنے ہیں، مبلغ بنے ہیں

جن کے جسم بے ڈھبے ہو رہے ہیں وہ یہ دیکھیں کہ ہم نے کس طرح اپنے جسموں کو صحیح بھی رکھنا ہے اور صحت سے بھی رکھنا ہے۔ دونوں چیزیں ضروری ہیں۔

یا دوسرے دفاتر میں لگائے گئے ہیں اچھا کام کر رہے ہیں۔ اور عموماً ان کی اچھی رپورٹس ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مَیں نے جب بھی طلباء یہاں میرے سے ملتے ہیں اور جب فائنل کلاس میدان عمل میں جاتی ہے تو ان کو یہ بھی مَیں کہتا ہوں کہ جہاں آپ نے علمی کام کرنا ہے، تبلیغی کام آپ نے کرنا ہے، تربیتی کام کرنا ہے وہاں نوجوانوں کی تربیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اُن کے ساتھ مل کر آپ ایک وقت ایسا بھی رکھیں جہاں میدان عمل میں جا کے بھی اُن کے ساتھ کھیلوں میں حصہ لیں۔ ان کی ورزشوں میں حصہ لیں، outdoor activities میں حصہ لیں تا کہ اُن کو احساس رہے کہ مبلغ اور مربی صرف تقریریں کرنے کے لئے نہیں آیا بلکہ ہمارے ساتھ ہماری طرح ہی رہ کر ہماری تربیت کرنے آیا ہے۔ اور اس کا بھی زیادہ اچھا اثر ہوتا ہے۔ جہاں جہاں مربیان نے اس طرح کام کیا وہاں نوجوان نسل جماعت کے ساتھ بہت اچھی طرح جُڑ رہی ہے۔ اور اس کا رپورٹس سے بھی اظہار ہو رہا ہوتا ہے۔ اور خدام الاحمدیہ کی رپورٹس

نوجوانوں کی تربیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اُن کے ساتھ مل کر آپ ایک وقت ایسا بھی رکھیں جہاں میدان عمل میں جا کے بھی اُن کے ساتھ کھیلوں میں حصہ لیں۔ ان کی ورزشوں میں حصہ لیں، outdoor activities میں حصہ لیں

سے بھی پتہ لگتا ہے کہ جو نوجوان مربیان میدان عمل میں گئے ہیں انہوں نے بہت سے بگڑے ہوئے نَوجوانوں کو جماعت کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ پس ایک مربی اور مبلغ کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ جہاں عمومی طور پہ تربیت کا یا تبلیغی کام کرتے ہیں وہاں خاص طور پر ایسے لوگوں کو جو جماعت سے ہٹے ہوئے ہیں یا جن کی activities یا ترجیحات مختلف ہیں اُن کو قریب لائیں۔ اور اس کے لئے بہترین ذریعہ ایک گیمز اور اُن کی جو اپنی activities ہیں، کھیلوں وغیرہ کی outdoor activities میں اُن کے ساتھ شامل ہونا ہے۔ اسی لئے جامعہ میں اس بات کی طرف توجہ دی جاتی ہے، اسی لئے مقابلے کرائے جاتے ہیں۔ یہ علمی rallies، یہ فٹبال میچ یا یہ کھیلوں کے، سپورٹس کے جو پروگرام ہیں یہ صرف انعامات دینے کے لئے نہیں ہیں بلکہ آپ لوگوں کو تیار کرنے کے لئے ہیں کہ آئندہ جب میدان عمل میں جائیں تو وہاں بھی آپ اس کا استعمال کریں۔ اور اگر استعمال نہیں کریں گے، تو ایک تو اپنی صحت کو خراب کر رہے ہوں گے کیونکہ ورزش

> یہ علمی rallies، یہ فٹبال میچ یا یہ کھیلوں کے، سپورٹس کے جو پروگرام ہیں یہ صرف انعامات دینے کے لئے نہیں ہیں بلکہ آپ لوگوں کو تیار کرنے کے لئے ہیں کہ آئندہ جب میدان عمل میں جائیں تو وہاں بھی آپ اس کا استعمال کریں۔ اور اگر استعمال نہیں کریں گے، تو ایک تو اپنی صحت کو خراب کر رہے ہوں گے کیونکہ ورزش نہ کرنے کی وجہ سے صحت ٹھیک نہیں رہتی۔

نہ کرنے کی وجہ سے صحت ٹھیک نہیں رہتی۔ دوسرے جو یہ ایک بگڑے ہوؤں کی اصلاح کا ذریعہ ہے اس سے آپ صحیح طرح فائدہ نہیں اُٹھا سکیں گے۔ اور وہ لوگ جو ذرا جماعت سے پیچھے ہٹے ہوئے ہیں، وہ نَوجوان جو جماعت کے کاموں میں اتنے active نہیں ہیں اُن کو قریب لانے کی جو کوشش ہو سکتی ہے اس میں صحیح کردار ادا نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ اس لئے یہ آپ کی زندگی کا مستقل حصّہ رہنا چاہئے۔ اپنی صحت کا خیال رکھیں۔ مَیں نے دیکھا ہے بعض میدان عمل میں جا کے اپنے آپ کو چھوڑ دیتے ہیں اور صحت کا خیال نہیں رکھتے۔ اگر اِس وقت اِس ادارہ میں آجکل آپ کو عادت پڑ جائے گی، یہ آپ اپنی زندگی کا حصہ بنا لیں گے کہ ہم نے ایک گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ ضرور کھیلنا ہے اور exercise کرنی ہے تو پھر یہ عادت آپ کی ساری زندگی مستقل ساتھ رہے گی۔ پس مَیں جو خاص طور پر زور دیتا ہوں تو اس لئے کہ آئندہ جب آپ میدان میں جائیں گے تو اُس وقت بھی آپ کی کھیلوں کی اور ورزش کی عادت آپ کے ساتھ رہے۔ آپ کے جسم مضبوط رہیں اور اپنی صحت کے ساتھ ساتھ آپ دوسروں کی، نَوجوانوں کی روحانی اور جسمانی صحت کے بھی سامان کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی صحت میں بھی برکت عطا فرمائے۔ آپ کے علم میں بھی برکت عطا فرمائے۔ آپ کی عقل میں بھی برکت عطا فرمائے تاکہ وہ مقصد جو آپ کا جامعہ میں آنے کا اور اللہ تعالیٰ کے سپاہیوں میں شامل ہونے کا ہے وہ آپ پورا کرنے والے ہوں۔ اب دعا کر لیں۔

☆...☆...☆

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 14/ اگست 2016ء کو کینیڈا میں واقفین نو کی کلاس میں ایک واقفِ نو سے دریافت فرمایا:

''ہمارا خدا'' جو کتاب ہے، آپ نے پڑھی ہے؟

حضور انور نے فرمایا: انگریزی میں اس کا نام Our God ہے۔ اسے ضرور پڑھو۔ ہر وقفِ نو کو یہ کتاب پڑھنی چاہئے کیونکہ آجکل دہریت کا زور ہے۔ (الفضل انٹرنیشنل 9 دسمبر 2016ء)

خدا کی ہستی کے متعلق عقلی دلائل

(قسط نمبر 9)

فطری دلیل

اس کے بعد میں اصل دلائل کو شروع کرتا ہوں۔ سب سے پہلی دلیل جو ہستیٔ باری تعالیٰ کے متعلق میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ فطری دلیل ہے۔ خدا تعالیٰ کے متعلق تحقیق کی ضرورت کے مضمون پر بحث کرتے ہوئے میں نے بتایا تھا کہ ہماری فطرت خود اس سوال کو ہمارے اندر پیدا کر رہی ہے کہ آیا کائناتِ عالَم کا کوئی خالق و مالک ہے یا نہیں؟ اس لئے ہم اس سوال کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ فطرتِ انسانی یہ سوال پیدا کر کے خاموش نہیں ہو جاتی بلکہ اس کا جواب بھی دیتی ہے اور وہ لوگ جو فطرت کی آواز سُننے کے عادی ہیں وہ اس آواز کو بھی سنتے ہیں اور سن سکتے ہیں۔ فطرت سے کیا مراد ہے؟ اس سوال کا جواب بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کیونکہ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ فطرت کہتے کسے ہیں اُس وقت تک فطرت کی آواز کے معنے سمجھنا بھی مشکل ہیں۔ سو جاننا چاہئے کہ فطرت ایک عربی لفظ ہے جو فطر سے نکلا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں فُلَانٌ فَطَرَ الْاَمْرَ اَیْ اِخْتَرَعَہٗ وَابْتَدَئَہٗ وَاَنْشَائَہٗ۔ یعنی جب یہ کہا جائے کہ فلاں شخص نے فلاں امر فطر کیا تو اس سے مُراد یہ ہوتی ہے کہ اس نے فلاں امر کو جو پہلے موجود نہ تھا بنایا اور اس کی ابتدا کی اور اُسے نیست سے ہست میں لاکر زندگی کے میدان میں بلند ہونے کے قابل بنا دیا۔ چنانچہ اسی بنا پر لغت والوں نے فطرت کے معنے یہ لکھے ہیں کہ: اَلصِّفَةُ الَّتِیْ یَتَّصِفُ بِهَا كُلُّ مَوْلُوْدٍ فِیْ اَوَّلِ زَمَانِ خِلْقَتِهٖ یعنی ''فطرت ان صفات کا نام ہے جو ہر بچے میں اُس کی ابتدا خلقت کے وقت ودیعت کی جاتی ہیں۔''

اس تعریف کے مطابق فطرتِ انسانی سے وہ صفات و خواص مراد ہوں گے جو بیرونی اثرات کے نتیجہ میں نہیں پیدا ہوئے بلکہ خلقی اور طبعی طور پر انسان کے اندر مرکوز کئے گئے ہیں تا وہ ان کے ذریعہ اپنے واسطے ترقیات کا دروازہ کھول سکے۔ ظاہر ہے کہ ہر چیز بعض ایسے خواص اپنے اندر رکھتی ہے جو اس کے خواصِ طبعی کہلاتے ہیں۔ انہی خواص کا مجموعہ فطرت ہے۔ یہ خواص اور صفات بیرونی اثرات کے ماتحت آکر دَب جاتے ہیں یا چمک جاتے ہیں۔ اور اسی پر کسی ہستی کی ترقی اور تنزّل کا دارومدار ہے اور ہر شخص اپنے اندر غور کر کے اس بات کا پتہ لگا سکتا ہے کہ اس کے فطری خواص کس راستہ پر چل رہے ہیں۔ مثلاً راست گفتاری انسان کا ایک فطری جذبہ ہے یعنی انسان کا یہ فطری خاصہ ہے کہ وہ وہی بات منہ پر لائے جو واقعہ کے مطابق ہے اور ہر بچہ ابتداءً اِسی فطری خاصہ کے مطابق اپنا روّیہ رکھتا ہے۔ لیکن بعض اوقات جب وہ دیکھتا ہے کہ اُس کے کسی

باقی صفحہ 24 پر ملاحظہ فرمائیں

روحانی طبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈاکٹرز اور اَطباء کے لئے پُر حکمت اور رہنما اصول

(مکرم حنیف احمد محمود صاحب)

(قسط نمبر 3 آخری)

احتساب کی عادت

روحانی اور مادی معالج میں ایک سانجھی عادت احتساب یعنی اپنا محاسبہ کرنے کی ہے۔ایک انسان کو رات کو بستر پر جاتے اور صبح اٹھتے اپنا محاسبہ کرنے اور اپنے نفس سے باتیں کرنے کی عادت ہونی چاہئے کہ اے نفس، زندگی سرمایہ ہے اور تجھے ایک دن مزید میسر آگیا ہے۔اس کو درست اور صحیح استعمال کے لئے منصوبہ بندی کرنا اور سابقہ کام کا محاسبہ کرنا ضروری ہے اور بالخصوص ڈاکٹری شعبہ سے تعلق رکھنے والوں کو تو نفس کے محاسبہ کی کوشش زیادہ کرنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دمار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 144)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر شام اپنا محاسبہ فرمایا کرتے تھے اور اپنے نفس سے مخاطب ہوا کرتے تھے۔ایسا کرنے سے انسان کی اپنی اصلاح بھی ہوجاتی ہے اور کام کرنے کے لئے نئے عزم کے ساتھ نیا رُخ متعین ہوتا ہے۔حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ ہر صبح کیلنڈر پر تاریخ کی تبدیلی اس دعا کے ساتھ کرتی تھیں۔رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ (بنی اسرائیل:18)

شفا کے واقعات کا ریکارڈ

احتساب سے اگلا قدم ایسے واقعات کا ریکارڈ رکھنا ہے جن سے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مریض کو غیر معمولی حالات میں شفا ملی۔ایسے ایمان افروز واقعات جہاں انسان کو اپنے خالق حقیقی اور شافی مطلق کی طرف متوجہ رکھیں گے وہاں آئندہ نسل کا بھی ان کو پڑھ کر ایمان تازہ ہوتا رہے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ڈاکٹروں کے لئے عبرت کے مواقع کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

"ڈاکٹروں کے واسطے عبرت کے نظاروں سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے بہت موقعہ ہوتا ہے۔قسم قسم کے بیمار آتے ہیں۔بعض کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جاتے ہیں۔بعض کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ شدّتِ بیماری کے سبب لَا مِنَ الْاَحْیَاءِ وَلَا مِنَ الْاَمْوَاتِ نہ زندوں میں داخل نہ مُردوں میں۔لیکن ایسے نظاروں کو کثرت کے ساتھ دیکھنے سے سخت دلی بھی پیدا ہوجاتی ہے۔اور ضروری بھی ہے کیونکہ نرم دل اور رقیقُ القلب ایسا کام نہیں کرسکتا کیونکہ سرجری کا کام بہت حوصلے کا کام ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 360۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

ایک احمدی ڈاکٹر اور طبیب کی شان

ایک احمدی ڈاکٹر یا طبیب جہاں اپنی استعدادوں اور اوقات کو خدمت دینیہ کے لئے خدمت انسانیت کے لئے وقف کئے ہوئے ہوتا ہے وہاں اپنے اموال کو اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ بھی کرتا ہے اور اپنے تمام چندہ جات کی بروقت شرح کے مطابق ادائیگی کرتا ہے۔بعض احمدی ڈاکٹرز اور اطباء نے اپنے کلینک پر Box بنا رکھے ہیں جہاں اپنی آمد کا 1/10 حصہ ساتھ ہی جمع کرتے رہتے ہیں۔اور وہ یقین رکھتے ہیں۔

؎ سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

(محمود کی آمین، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 320)

خدا کا خانہ خالی رکھو

طبیب اور ڈاکٹر اپنے علم، تجربہ کی بنا پر علاج کرتا ہے۔اور حسبِ توفیق دوا کے ساتھ ساتھ دعا بھی کرتا ہے اور بسا اوقات مرض کو لاعلاج قرار دے دیتا ہے۔جو درست نہیں۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ اِلَّا الْمَوْت کے مطابق ہر بیماری کا علاج موجود ہے۔ماسوائے موت کے۔ممکن ہے کہ اس بیماری یا مرض کی سمجھ ڈاکٹر کو نہ آرہی ہو۔اپنے ساتھیوں سے صلاح مشورہ کرنا اور مریض کی جان بچانا ایک اچھے ڈاکٹر کا خاصا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جماعت کے ڈاکٹروں سے مَیں چاہتا ہوں کہ ایسے معاملات میں اپنے ہی علوم کو کافی نہ سمجھیں بلکہ خدا کا خانہ بھی خالی رکھیں اور قطعی فیصلے اور یقینی رائے کا اظہار نہ کر دیا کریں کیونکہ اکثر ایسا تجربہ میں آیا ہے کہ بعض ایسے مریض جن کے حق میں ڈاکٹروں نے متفقہ طور سے قطعی اور یقینی حکم موت کا لگا دیا ہوتا ہے ان کے واسطے خدا کچھ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ وہ بچ جاتے ہیں اور بعض ایسے لوگوں کی نسبت جو کہ اچھے بھلے اور بظاہر ڈاکٹروں کے نزدیک ان کی موت کے کوئی آثار نہیں نظر آتے خدا قبل از وقت ان کی موت کی نسبت کسی مومن کو اطلاع دیتا ہے۔ اب اگرچہ ڈاکٹروں کے نزدیک اس کا خاتمہ نہیں۔ مگر خدا کے نزدیک اس کا خاتمہ ہوتا ہے اور چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آجاتا ہے۔

علمِ طب یونانیوں سے مسلمانوں کے ہاتھ آیا مگر مسلمان چونکہ موحد اور خداپرست قوم تھی انہوں نے اسی واسطے اپنے نسخوں پر 'ھوالشافی' لکھنا شروع کر دیا۔ ہم نے اطباء کے حالات پڑھے ہیں۔ علاج الامراض میں مشکل امر تشخیص کو لکھا ہے۔ پس جو شخص تشخیص مرض میں ہی غلطی کرے گا وہ علاج میں بھی غلطی کرے گا کیونکہ بعض امراض ایسے ادق اور باریک ہوتے ہیں کہ انسان ان کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ پس مسلمان اطباء نے ایسی دقتوں کے واسطے لکھا ہے کہ دعاؤں سے کام لے۔ مریض سے سچی ہمدردی اور اخلاص کی وجہ سے اگر انسان پوری توجہ اور دردِ دل سے دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر مرض کی اصلیت کھول دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی غیب مخفی نہیں۔

پس یاد رکھو کہ خداتعالیٰ سے الگ ہو کر صرف اپنے علم اور تجربہ کی بنا پر جتنا بڑا دعویٰ کرے گا اتنی ہی بڑی شکست کھائے گا۔ مسلمانوں کو توحید کا فخر ہے۔ توحید سے مراد صرف زبانی توحید کا اقرار نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ عملی رنگ میں حقیقتاً اپنے کاروبار میں اس امر کا ثبوت دے دو کہ واقعی تم موحد ہو اور توحید ہی تمہارا شیوہ ہے۔ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ ہر ایک امر خداتعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس واسطے مسلمان خوشی کے وقت الحمد للہ اور غمی اور ماتم کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ (البقرة:157) کہہ کر ثابت کرتا ہے کہ واقع میں اس کا ہر کام میں مرجع صرف خدا ہی ہے جو لوگ خداتعالیٰ سے الگ ہو کر زندگی کا کوئی حظ اٹھانا چاہتے ہیں وہ یاد رکھیں کہ ان کی زندگی بہت ہی تلخ ہے کیونکہ حقیقی تسلّی اور اطمینان بجز خدا میں محو ہونے اور خدا کو ہی ہر کام کا مرجع ہونے کے حاصل ہو سکتا ہی نہیں۔ ایسے لوگوں کی زندگی تو بہائم کی زندگی ہوتی ہے اور وہ تسلّی یافتہ نہیں ہوسکتے۔ حقیقی راحت اور تسلّی انہیں لوگوں کو دی جاتی ہے جو خدا سے الگ نہیں ہوتے اور خداتعالیٰ سے ہر وقت دل ہی دل میں دعائیں کرتے رہتے ہیں۔" (ملفوظات جلد 5 صفحہ 612، 613۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

ایک دفعہ ایک ڈاکٹر نے کسی کی بیماری کو خطرناک بتایا اور بعد میں وہ مریض تندرست ہو گیا۔ اس اطلاع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"یہ لوگ ایسی غلطیاں کھاتے ہیں۔ ہمارے مسلمان اطباء میں کیا عمدہ بات ہے کہ لکھا ہے کہ نبض دیکھنے سے پہلے طبیب یہ پڑھا کرے۔ سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ (البقرة:33) تو پاک ہے ہمیں کوئی عِلم نہیں سوا اس کے جو تو نے ہم کو سکھایا تحقیق تو عِلم اور حِکمت والا ہے۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 281۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

"خدا کا خانہ خالی رکھو کے تحت اس امر کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اصل اور حقیقی شافی اللہ تعالیٰ ہے۔ مرض کو سمجھنے کے لئے

اپنے ساتھی احباب سے مشورہ کرنا بھی ضروری ہے اور باہم افہام و تفہیم سے ایک ادارہ میں خدمت بجالانی ہے۔ حفظِ مراتب کا خیال رکھنا اور ایک دوسرے کے نسخہ جات کو عزت اور توقیر کی نگاہ سے دیکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ انسانی جسم کی ساخت خدا نے بنائی ہے۔ جو انسان کی سمجھ سے بالا ہے۔ ادارہ یعنی ہسپتال ایک گھرانہ کی طرح ہے۔ اور ایک گھر میں موجود تمام افراد باہم ایک دوسرے کے تعاون سے گھر کو چلا رہے ہوتے ہیں۔

"ھوالشافی" سے تعلق میں یہ تحریر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علاج کے تمام طریق اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں اس لئے ایلوپیتھی، ہومیوپیتھی، یونانی اور چائینی علاج اکٹھا بھی ہو سکتا ہے۔ ادویات سے زیادہ انحصار اللہ تعالیٰ پر ہونا ضروری ہے۔ ایک ڈاکٹر کا خدا تعالیٰ پر یقین کامل ہونا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے رہنمائی لینی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن کریم کو شفا کا مظہر قرار دیا ہے۔

ایک موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین دوائی قرآن ہے۔ اور ایک دفعہ فرمایا کہ تم پر دو شفائیں لکھ دی گئی ہیں۔ ایک شہد اور ایک قرآن۔ (ابن ماجہ عن عبداللہ بن مسعود)

قرآن کریم میں جن کھانے والی چیزوں کا ذکر ہے جیسے شہد، کھجور، تین، زیتون، کیلا وغیرہ وغیرہ کے متعلق جو تحقیق ہوئی ہے اس کے مطابق صحت کے لئے بہت مفید ہیں۔ اور حکماء و اطباء علاج کے طور پر ان کا استعمال خوب کرواتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ڈاکٹروں کو بھی مناسب نہیں کہ پرانی طب کو حقارت سے دیکھیں۔ بعض باتیں ان میں بہت مفید ہیں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 508۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

ایک دفعہ طب کا ذکر آیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"مسلمانوں کو انگریزی طب سے نفرت نہیں چاہئے۔ اَلْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ حکمت کی بات تو مومن کی اپنی ہے۔ گم ہو کر کسی اور کے پاس چلی گئی تھی۔ پھر جہاں سے ملے جھٹ قبضہ کر لے... ہندی، جاپانی، یونانی، انگریزی ہر طب سے فائدہ حاصل کرنا چاہئے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 507۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی بیان کرتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صرف زبانی نصائح تک ہی اکتفا نہ فرمایا بلکہ عمل بھی کر دکھلایا:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دوران سر کا عارضہ تھا۔ ایک طبیب کے متعلق سنا گیا کہ وہ اس میں خاص ملکہ رکھتا ہے اسے بلوایا گیا کرایہ بھیج کر اور کہیں دور سے۔ اس نے حضور کو دیکھا اور کہا کہ دو دن میں آپ کو آرام کر دوں گا۔ یہ سن کر حضرت صاحب اندر چلے گئے اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کو رقعہ لکھا کہ اس شخص سے علاج میں ہرگز نہیں کرانا چاہتا۔ یہ کیا خدائی دعویٰ کرتا ہے۔ اس کو واپس کرایہ کے روپے اور مزید پچیس روپے بھیج دیئے کہ یہ دے کر اسے رخصت کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (اصحاب احمد جلد 4 صفحہ 145)

کہتے ہیں کسی گاؤں میں بارش نہیں ہو رہی تھی۔ نمازِ استسقا ادا کی گئی۔ ایک گیارہ سالہ بچی بھی اس نماز کی ادائیگی کے لئے گئی اور جاتی دفعہ چھتری اپنے ساتھ لے گئی۔ کسی نے پوچھا کہ ابھی تو بارش مانگنے کے لئے دعا کرنے لگے ہیں آپ چھتری بھی ساتھ لے آئی ہیں تو وہ کہنے لگی کہ جب ہم دعا کرنے لگے ہیں تو آخر بارش بھی ہو گی اور اس بارش میں مَیں نے گھر بھی جانا ہے اس لئے چھتری ساتھ لائی ہوں۔

اس بچی جیسا یقین کامل ایک طبیب اور معالج میں ہونا چاہئے کہ علاج کر رہا ہوں اور دوا کے ساتھ دعا بھی کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا اور اس کو شفا عطا ہو گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو کوئی اس یقین کے ساتھ خدا پر توکل کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ (سورۃ الطلاق:4)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو الٰہی احکامات کماحقہ پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(بشکریہ: روزنامہ الفضل ربوہ۔ 23 فروری 2008ء، 25 فروری 2008ء)

☆...☆...☆

اللہ تعالیٰ کے فضل سے افراد جماعت اور احمدی ڈاکٹرز نہ صرف ہسپتالوں میں ہی نہیں بلکہ انفرادی طور پر بھی ہومیوپیتھی کے ذریعہ سے بے شمار مریضوں کا علاج کرنے کی توفیق پا رہے ہیں۔ واقفین نو کو ہومیوپیتھک کے بارہ کچھ نہ کچھ علم ضرور ہونا چاہئے۔
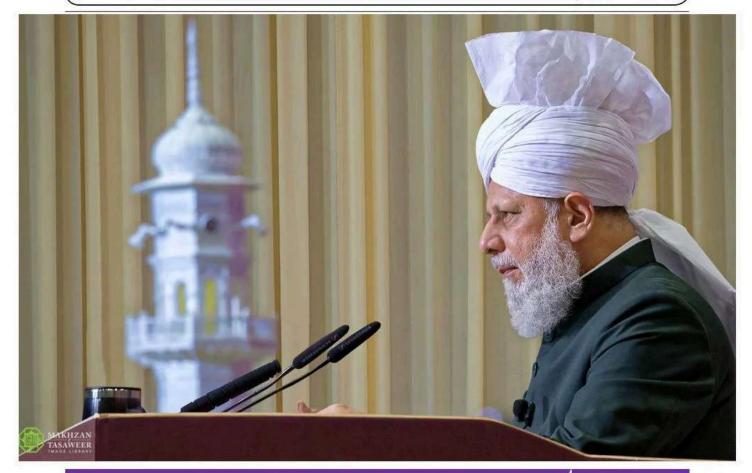
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورۂ جرمنی اگست 2017ء

(قسط نمبر 2)

مکرم عابد وحید خان صاحب انچارج پریس اینڈ میڈیا آفس کی ذاتی ڈائری

حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت کرنا ایک عظیم سعادت ہے

Giessen سے واپسی پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ایک پہرہ دار عبد القدوس خواجہ صاحب نے مجھے 2001ء کا ایک ذاتی واقعہ سنایا۔ قدوس صاحب ایک دہائی سے لندن میں رہائش پذیر ہیں اور حفاظتِ خاص کی ٹیم میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ ان کا تعلق جرمنی کے شہر فرینکفرٹ سے ہے اور وہ کئی سال خدام الاحمدیہ جرمنی کی سیکیورٹی ٹیم میں شامل رہے ہیں اور جب بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ جرمنی تشریف لاتے تو وہ مسلسل مسجد میں رہتے اور سیکیورٹی کی ڈیوٹی دیتے تھے۔

2001ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ جرمنی تشریف لائے اور قدوس صاحب نے حضور انور کے دورہ کے دوران سیکیورٹی کی ڈیوٹی دی۔ حضور کی لندن واپسی کے بعد قدوس صاحب اپنی گاڑی میں کام پر جا رہے تھے کہ اُن کا شدید ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ زخموں کی وجہ سے اُن کی جان خطرہ میں تھی۔ قدوس صاحب نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک ڈاکٹر وہاں سے گزر رہا تھا۔ گاڑی کا ملبہ دیکھ کر وہ ان کی مدد کے لئے آیا۔ اس ڈاکٹر نے کہا کہ اگر ایمبولنس بلائی تو قدوس صاحب بچ نہیں سکیں گے اس لئے انہیں ایئر لفٹ (airlift) کرنا پڑے گا۔ چنانچہ قدوس صاحب کو ایئر لفٹ کیا گیا اور اگلے دو(2) دنوں میں اُن کی مختلف پیچیدہ سرجریز ہوئیں۔ انہیں بہت سی شدید اندرونی چوٹیں آئیں اور کئی ہڈیاں ٹوٹیں۔ لیکن الحمد للہ وہ بچ گئے اور ایکسیڈنٹ کے دو یا تین دن بعد انہیں پہلی مرتبہ ہوش آئی۔

اس لمحہ کے بارہ میں قدوس صاحب نے بتایا: ہسپتال میں ہوش آنے پر مجھے ایکسیڈنٹ یاد تھا اور مجھے سب سے پہلے یہ خیال آیا کہ مَیں بچ گیا ہوں۔ اس کے بعد مجھے میری بیوی، والدین یا فیملی کا خیال نہ آیا

بلکہ اگلا خیال جو میرے ذہن میں آیا وہ یہ تھا کہ مَیں حضرت خلیفۃ المسیح کی سیکیورٹی کی ڈیوٹی نہیں دے سکوں گا۔ یہ واحد خیال میرے لئے ایکسیڈنٹ کے نتیجہ میں تمام بدنی دَردوں سے زیادہ تھا۔

قدوس صاحب نے مزید بتایا: میرا بھائی جب مجھے ہسپتال میں ملنے آیا تو اس نے بتایا کہ انہوں نے دعا کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کو لندن فیکس بھجوائی تھی تو لندن میں سیکیورٹی کی ٹیم نے اطلاع دی ہے کہ اگلے روز حضور انورؒ نے خاص طور پر نماز فجر کے بعد میری صحت کے بارہ میں استفسار فرمایا تھا۔ مَیں وہاں ہسپتال میں نیم معذور لیٹے ہوئے منکسر المزاجی کے ساتھ ساتھ بہت خوشی محسوس کر رہا تھا کہ میرے خلیفہ نے مجھے یاد کیا ہے۔ پھر حضور کی دعاؤں کے طفیل مَیں امید سے زیادہ جلدی صحتیاب ہو گیا۔

قدوس صاحب نے مزید بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح کا اگلا دورۂ جرمنی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پہلا بیرون ملک دورہ تھا۔ اور مَیں جسمانی طور پر اتنا تندرست ہو چکا تھا کہ مَیں نے حسبِ سابق ڈیوٹی دینے کی توفیق پائی۔ اب 2005ء سے مَیں عملہ حفاظت خاص (سیکیورٹی ٹیم) میں خدمت کی توفیق پا رہا ہوں، الحمد للہ۔ اور خلیفۂ وقت کی خدمت کو سب سے عظیم سعادت سمجھتا ہوں۔

عابد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ قدوس صاحب کا واقعہ سنتے ہوئے سفر جلد طے ہو گیا۔ یہ بات سُن کر مَیں جذباتی ہو گیا کہ جب قدوس صاحب بے ہوشی کے بعد پہلی مرتبہ بیدار ہوئے تو اُن کی پہلی فکر کوئی اَور نہ تھی بلکہ یہ تھی کہ وہ آئندہ کبھی بھی حضرت خلیفۃ المسیح کی سیکیورٹی کی ڈیوٹی نہیں دے سکیں گے۔

احساسِ خطا

22 / اگست 2017ء کو حضور انور کی مصروفیت انفرادی و فیملی ملاقاتوں میں رہی۔ اس دورہ کے گزشتہ ایّام کی طرح لوگوں کی اکثریت پہلی دفعہ حضور انور سے ملاقات کا شرف پا رہی تھی۔

حضور انور سے ملاقات کا شرف پانے والے ایک وسیم احمد خان صاحب (بعمر 39 سال) تھے۔ آپ کا تعلق لاہور سے تھا اور پاکستان میں آپ کی مقامی مسجد دار الذکر تھی۔ 28 مئی 2010ء واقعہ لاہور میں جن دو مساجد پر حملہ ہوا تھا ان میں سے ایک مسجد دار الذکر تھی۔ وسیم صاحب

نے مجھے بتایا کہ وہ اپنی مقامی قیادت میں خدام الاحمدیہ کی سیکیورٹی ٹیم کے ممبر تھے۔ لیکن اتفاق سے وہ 28 مئی کے واقعہ سے ایک مہینہ قبل جرمنی شفٹ ہو گئے تھے۔ اور چند ہفتے بعد انہوں نے اس دردناک واقعہ کو خبروں میں دیکھا اور اپنے بعض احمدی دوستوں کو بھی شہید ہوتے دیکھا۔

اس واقعہ کے بعد وسیم صاحب کو ایک لمبا عرصہ اپنے لوگوں کی مدد نہ کر سکنے کا احساس خطا رہا۔ انہوں نے کہا: "28 مئی کے بعد مَیں اپنے آپ کو قصوروار ٹھہرا رہا تھا کہ خود تو مَیں جرمنی شفٹ ہو کر بچ گیا ہوں جبکہ میرے بعض دوست جن کے ساتھ مَیں ڈیوٹی دیتا تھا اپنی جان دے کر شہید ہو گئے ہیں۔ مَیں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ احساس آج تک میرے اندر تھا لیکن حضور کو ذاتی طور پر دیکھنے سے بالآخر میرے دل کو چین آ گیا۔ میرا احساس اور میری ڈیوٹی اب یہ ہے کہ مَیں زیادہ سے زیادہ جماعت کی خدمت کروں اور آگے بڑھتا رہوں۔"

مَیں نے وسیم صاحب کو بتایا کہ جب جامعہ احمدیہ یوکے کا ایک طالب علم رضا سلیم 2016ء میں ہائکنگ کے ایک حادثہ میں وفات پا گیا تو اس وقت جو لڑکے اس کے ساتھ تھے وہ بھی اسی احساس کا شکار تھے۔ تاہم حضور انور نے انہیں کہا کہ وفات پانے والے کے ساتھ حقیقی دوستی اور وفاداری کا تقاضا یہ ہے کہ دُکھ اُن پر حاوی نہ ہو بلکہ جو کام اُن کا دوست اور بھائی چھوڑ گیا ہے اسے **مکمل** کریں۔

یہ بات سُن کر وسیم صاحب جذباتی ہو گئے اور اپنے آنکھوں سے آنسو پونچھنے لگے۔ اپنے آپ کو سنبھالنے کے بعد انہوں نے کہا: 'تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج سے مَیں اپنے آپ کو 28 مئی کے واقعہ میں شہید ہونے والوں کا حقیقی دوست ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ مَیں اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ خلافت اور جماعت کی خدمت کے لئے سعی کروں گا۔'

عاجزی کا پیکر

مکرم انور احمد صاحب (بعمر 61 سال) بھی جلسہ سالانہ جرمنی میں شامل ہوئے۔ آپ مربیٔ سلسلہ ہیں اور ربوہ میں جماعت کے دفاتروں میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ انہوں نے حضور انور سے ملاقات کا لمحہ یوں بیان کیا: 'یہ انعام تھا جو کئی ملین بار بڑھا کر ہمیں اُن قربانیوں کے لئے ملا جو ہم نے کبھی بھی کی ہوں یا اُن مشکل وقتوں کے لئے جو ہم نے کبھی بھی

کاٹے ہوں۔

اس کے بعد انور صاحب نے خلافت سے پہلے حضور انور کو ربوہ میں دیکھنے کے حوالہ سے بتایا: 'مجھے یاد ہے کہ پاکستان میں ہماری نیشنل مجلس شوریٰ تھی اور وہاں ایک پُر تکلف عشائیہ کا انتظام تھا اور مجھے مہمانوں کے استقبال کی ڈیوٹی دی گئی تھی۔ اکثر سینئر احباب گاڑیوں میں آ رہے تھے اس لئے مَیں توقع کر رہا تھا کہ حضور بھی گاڑی میں تشریف لائیں گے کیونکہ وہ ناظر اعلیٰ تھے۔ لیکن نہایت عاجزی کے ساتھ حضور انور اس تقریب میں پیدل چل کر تشریف لائے۔ جب مَیں نے حضور کو اس عاجزی کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھا تو میرا دل مجھے کہہ رہا تھا کہ یہ ایک روحانی بادشاہ ہے۔اس رات گھر جا کر مَیں نے اپنے اہل خانہ کو بھی یہ بات بتائی کہ ناظر اعلیٰ صاحب کے انداز نے مجھ پر بہت گہرا اثر چھوڑا ہے۔'

اس کے بعد انور صاحب نے ربوہ میں حضور انور کی انتظامی اور سربراہی صلاحیتوں کے حوالہ سے بتایا: مَیں اس حقیقت کا گواہ ہوں کہ اُس وقت خلافت سے قبل بھی حضور انور کا طریق پیار اور محبت سے ہماری رہنمائی کرنا تھا۔ آپ ہمیں ڈانٹتے نہیں تھے اور نہ ہی سختی کرتے تھے۔اسی طرح مدد کے لئے جب لوگ کوئی جائز درخواست لے کر آتے تو آپ ہمیشہ مدد کرتے اور کبھی انکار نہ کرتے۔ میرا خیال ہے کہ اس حوالہ سے حضور اپنے والد حضرت مرزا منصور احمد صاحب کی طرح ہیں۔

انور صاحب نے مزید بتایا: 'جب پہلی مرتبہ میری تقرری ربوہ میں ہوئی تو اُس وقت حضور انور کے والد صاحب ناظر اعلیٰ تھے۔ مَیں کواٹرز میں رہنے کے لئے ایک تحریری درخواست کے ساتھ اُن کے پاس گیا۔ حضرت میاں صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا کہ 'گھروں کی ڈیمانڈ کواٹروں کی تعداد سے کئی گنا زیادہ ہے'۔ تاہم یہ فرما کر آپ نے فوراً دستخط کر دیئے اور میری درخواست منظور فرمائی۔

یہ وہی انداز ہے جو مَیں نے خلافت سے قبل پیارے حضور میں دیکھا۔ آپ پیار اور شفقت کا سلوک فرماتے لیکن ساتھ ہی ہمیں حقیقتِ حال اور جماعت کے محدود وسائل کے بارہ میں آگاہ فرماتے ہوئے ہماری رہنمائی فرماتے۔ پس مَیں یہی کہہ سکتا ہوں کہ خلافت سے قبل بھی حضور ایک مثالی لیڈر اور رہنما تھے۔'

بابرکت ایّام

جلسہ سالانہ جرمنی سے ایک دن قبل 24/اگست 2017ء کا دن آن پہنچا۔ مَیں نے صبح کے وقت ہی اپنا سامان اکٹھا کیا کیونکہ ہم دن کے اگلے پہر کالسروئے کے لئے روانہ ہونے جا رہے تھے جہاں جلسہ سالانہ کا انعقاد ہونا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور انور کے دورہ کا پہلا حصہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ دورانِ ہفتہ حضور انور نے ایک مسجد کا افتتاح فرمایا۔ صحافیوں، میڈیا اور بے شمار احمدیوں کو حضور انور سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ یہ ہفتہ جذبات اور برکات سے پُر تھا۔ اور کالسروئے روانگی سے قبل مجھے یقین تھا کہ اس دورہ کے آخری ایام جذبات اور برکات سے زیادہ پُر ہوں گے۔

اگلے چند دنوں میں حضور انور جلسہ سالانہ جرمنی کے دوران مختلف مواقع پر خطابات فرمانے جا رہے تھے اور یورپ یا اس سے بھی زیادہ دُور سے آنے والے وفود کی حضور انور کے ساتھ میٹنگز بھی ہونے جا رہی تھیں۔

☆...☆...☆

کھیل اور ورزش کی اہمیت و فوائد

تبرکات حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعامل

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کھیلنا آوارگی میں داخل نہیں۔ایک دفعہ مجھے رؤیا میں بتایا گیا کہ ایک شخص نے خواب میں ہی مجھے کہا کہ فلاں شخص ورزش کر کے وقت ضائع کر دیتا ہے اور میں رؤیا میں ہی اسے جواب دیتا ہوں کہ یہ وقت کا ضیاع نہیں۔جب کوئی اپنے قویٰ کا خیال نہیں رکھتا تو دینی خدمات میں پوری طرح حصہ نہیں لے سکتا۔اس میں اللہ تعالیٰ نے مجھے سبق دیا تھا کیونکہ مجھے ورزش کا خیال نہیں تھا۔تو ورزش بھی کام ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مونگریاں اور مگدر پھیرا کرتے تھے بلکہ وفات سے سال دو سال قبل مجھے فرمایا کہ کہیں سے مونگریاں تلاش کرو۔جسم میں کمزوری محسوس ہوتی ہے۔چنانچہ میں نے کسی سے لا کر دیں اور آپ کچھ دن انہیں پھراتے رہے بلکہ مجھے بھی بتاتے تھے کہ اس اس رنگ میں اگر پھیری جائیں تو زیادہ مفید ہیں''۔(مشعل راہ جلد 1 صفحہ:109-110)

انسانی صحت اور دماغ کا تعلق

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''انسانی صحت دماغ پر خاص اثر کرتی ہے۔ہزاروں کام دنیا کے ایسے ہیں جو صحت جسمانی سے تعلق رکھتے ہیں گو وہ دین کا حصہ نہیں... بعض قسم کی صحت کی خرابی دماغ کے اندر بھی خرابی پیدا کر دیتی ہے''۔

(مشعل راہ جلد اوّل صفحہ 168)

ورزش کی اہمیت

ورزش کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ورزشوں کی عادت جو ڈالی جاتی ہے وہ اسی لئے ہوتی ہے کہ انسان کے جسم میں چستی اور پُھرتی پیدا ہو اور اس کے اعضاء درست رہیں اور اس کی ہمت بڑھے۔ورزش سے پسینہ آتا ہے جس سے بہت سے زہر دور ہوتے ہیں اس لئے ورزش کو نظر انداز کر کے کُلّی طور پر بچہ کو دماغی کام میں لگانا دماغ کو کمزور کرنے کا موجب ہوتا ہے۔بچپن میں کھیل کود اور ورزش انسان کی فطرت میں اسی لئے رکھی گئی ہے تاکہ اس کی جسمانی قوت برداشت بڑھ جائے...اس عمر میں ورزش کے ذریعہ بچہ کی تربیت اشد ضروری ہوتی ہے''۔(مشعل راہ جلد اول صفحہ:168)

کھیلیں کیسی ہوں؟

''کھیلیں ایسی ہوں کہ جو نہ صرف جسمانی قوتوں کو بلکہ ذہنی قوتوں کو بھی فائدہ پہنچانے والی ہوں اور آئندہ زندگی میں بھی بچہ ان سے فائدہ اٹھا سکے۔ان میں تین باتوں کا خیال رکھا جائے۔ایک تو جسم کو فائدہ پہنچے۔دوسرے ذہن کو فائدہ پہنچے اور تیسرے وہ آئندہ زندگی میں ان کے کام آسکیں۔جس کھیل میں یہ تینوں باتیں ہوں گی وہ کھیل کھیل ہی نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم بھی ہوگی اور وہ طالب علم کے لئے ایسی ہی ضروری ہوں گی جیسی کتابیں۔''(مشعل راہ جلد اوّل صفحہ:171)

اس ضمن میں حضور نے تیراکی، نشانہ بازی، تیر اندازی، غلیل چلانا اور دوڑ کا ذکر فرمایا۔اب ان کی اہمیت کی بابت کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

تیراکی

حضور رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تیرنا ہے، یہ کھیل کی کھیل ہے۔اس میں مقابلے کرائے جائیں تو بہت دلچسپی پیدا ہو سکتی ہے بچوں کے لئے تیرنا بھی ایسی ہی دلچسپی کا

موجب ہو سکتا ہے۔ جیسا فٹ بال، کرکٹ یا ہاکی وغیرہ اور پھر یہ ان کے لئے آئندہ زندگی میں مفید بھی ہو سکتا ہے۔ یا کبھی کشتی میں آدمی سفر کر رہا ہو۔ کشتی ڈوب جائے تو وہ اپنی جان بچا سکتا ہے یا کنارے پر بیٹھا کوئی

کام کر رہا ہو اور کوئی ڈوبنے لگے تو اسے بچا سکتا ہے۔ تو تیرنا صرف اس زمانے کے لئے کھیل ہی نہیں بلکہ آئندہ زندگی میں اسے فائدہ دینے والی چیز ہے۔ وہ بحری فوج میں آسانی سے داخل ہو سکتا ہے۔ جہاز رانی میں اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ گویا یہ تمام عمر میں اسے فائدہ پہنچانے والا ہنر ہے اور اس لئے ایسی کھیل کی بجائے جو صرف بچپن میں کھیل کے ہی کام آئے یہ ایک ایسی کھیل ہے جو ساری عمر اس کے کام آسکتی ہے۔"

نشانہ بازی، تیر اندازی اور غلیل چلانا

نشانہ بازی، تیر اندازی اور غلیل چلانے کے بارہ میں حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اسی طرح تیر اندازی ہے، غلیل چلانا ہے۔ اس سے ورزش بھی ہوتی ہے۔ بچے شکار کے لئے باہر جاتے ہیں اور دور نکل جاتے ہیں اور اس طرح تازہ ہَوا بھی کھاتے ہیں۔ بدن بھی مضبوط ہوتا ہے۔ غلیل چلانے سے جسم میں طاقت آتی ہے... غلیل جتنی سخت ہو مگر لچک والی ہو، اتنا ہی غلیل زیادہ دُور جاتا ہے۔ مگر اسے لچکانے کے لئے طاقت ضروری ہوتی ہے۔ جتنا کوئی زیادہ مضبوط ہو اتنا ہی زیادہ دور غلیلہ پھینک سکتا ہے کیونکہ وہ اتنا ہی غلیل کو زیادہ کھینچ کر لچکا سکتا ہے۔ یہ چیز ورزش کا بھی موجب ہے۔ شکار کے لئے زیادہ چلنا پڑتا ہے۔ تازہ ہَوا کھانے کا بھی موقع ملتا ہے اور پھر یہ ساری عمر کام آتی ہے۔ غلیل چلانے والا بندوق کا نشانہ بندوق پکڑتے ہی سیکھ سکتا ہے"۔

دوڑنا۔ایک مفید ورزش

دوڑنا ایک انتہائی مفید وزش ہے۔ اس کی اہمیت حضور رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

"اسی طرح دوڑنا ہے جو اپنی ذات میں بہت دلچسپ کھیل ہے۔ اس کے بھی مقابلے کرائے جاتے ہیں جن سے لاتوں کو بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ لوگ ایسی ورزش کرتے ہیں جن سے جسم کا ایک حصہ تو مضبوط ہوتا ہے مگر باقی کمزور ہو جاتے ہیں۔ لیکن دوڑنا لاتوں کے لئے بھی مفید ہے اور پیٹ کیلئے بھی۔ جو لوگ دوڑنے کے عادی ہوں ان کا پیٹ نہیں بڑھتا۔ یہ کھیل بھی ہے اور آئندہ زندگی میں بڑے کام کی چیز ہے۔ اگر انسان سپاہی ہو تو دشمن کے تعاقب کے لئے یا اگر کسی وقت پیچھے ہٹنا پڑے تو اپنی جان بچانے کے کام آسکتا ہے۔ آئے دن ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں کہ چور مال لے کر بھاگ جاتے ہیں کیونکہ ان کو بھاگنے کی مشق ہوتی ہے مگر گاؤں والے ہانپتے ہوئے پیچھے رہ جاتے ہیں کیونکہ ان کی مشق نہیں ہوتی۔ اگر بھاگنے کی مشق ہو تو چوروں کو پکڑ سکتے ہیں۔ اسی طرح بیسیوں مواقع زندگی میں ایسے آتے ہیں کہ اگر انسان کو بھاگنے کی مشق ہو تو کام سدھر جاتے ہیں"۔

حواس خمسہ کی قوت کو بڑھانا

حواس خمسہ کی قوت کو بڑھانے سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں، ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے مندرجہ ذیل حقائق بیان فرمائے:

"زبان، ناک، ہاتھ اور کان کی مشق بہت کام آنے والی چیزیں ہیں۔ ان سے ذہانت میں بھی ترقی ہوتی ہے۔ ذہانت حواس خمسہ کی تیزی کا نام ہے اور حواس کی تیزی کے لئے ایسی کھیلیں ایجاد کی جاسکتی ہیں بلکہ ہمارے بزرگوں نے ایجاد کی ہوئی ہیں۔ جو کھیل کی کھیل ہیں اور آئندہ زندگی میں اس کے فوائد بھی مخفی ہیں۔" (مشعل راہ جلد اوّل صفحہ 172 تا174)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا:

"دوڑنے کی مشقیں ہیں۔ آگ بجھانے کی مشق ہے۔ آگ میں سے کود کر نکلنے کی مشق ہے۔ اونچی جگہ سے کودنے کی مشق ہے۔ تیرنے کی مشق ہے۔ یہ سب ہُنر ایسے ہیں جن سے مردانگی پیدا ہوتی ہے اور یہ باتیں

آئندہ زندگی میں کام آتی ہیں۔اس کے علاوہ کان ناک اور آنکھ کی قوتیں بڑھانے کے متعلق میں نے کہا تھا۔ مشق کرنے سے یہ قوتیں زیادہ تیز ہو جاتی ہیں اور ایسا آدمی جس کی یہ قوتیں تیز ہوں بہت سے ایسے کام کر سکتا ہے جسے عام آدمی نہیں کر سکتے۔"(مشعل راہ جلد 1 صفحہ:466)

نیز فرمایا:"میرے نزدیک تمام مشقوں میں سے ایک نہایت ہی اہم مشق جس سے دشمن مقابلے میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور جس کی طرف ہماری جماعت کے ہر فرد کو توجہ کرنی چاہئے۔ حواس خمسہ کو ترقی دینے کی کوشش ہے۔ یہ ایک نہایت ہی اہم اور ضروری چیز ہے۔ مثلاً ناک کی حس ہے۔یہ ایک اعلیٰ درجہ کی حس ہے اور اس سے بڑے بڑے کام لئے جاسکتے ہیں۔ ناک کی حس اگر تیز ہو تو صرف خوشبو اور بدبو کا احساس ترقی نہیں کرتا بلکہ یہ بھی بتایا جاسکتا ہے کہ کس کس قوم میں کس کس قسم کی بو پائی جاتی ہے"۔(مشعل راہ جلد 1 صفحہ:327)

"اسی طرح بعض لوگوں کی مزے کی حس اتنی تیز ہوتی ہے کہ حیرت آتی ہے اور یہ حس بھی بہت حد تک بڑھائی جاسکتی ہے۔ کئی لوگ ایسے موجود ہیں جو دوائیاں چکھ کر بتا دیتے ہیں کہ اس میں فلاں فلاں دوائیاں پڑی ہیں"۔(مشعل راہ جلد 1 صفحہ:328)

"اسی طرح کانوں کی حس ہے۔ اس کو بڑھا کر بھی حیرت انگیز کام لئے جاسکتے ہیں۔ امریکہ کے ریڈ انڈینز نے اس میں اتنی ترقی کی ہے کہ وہ زمین پر کان لگا کر یہ بتا دیتے ہیں کہ اتنے سوار مثلاً دوچار میل کے فاصلے پر سے آرہے ہیں۔ اس کا راز یہ ہے کہ گھوڑوں کے چلنے کی وجہ سے زمین میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ وہ حرکت دوسرے کو معلوم بھی نہیں ہوتی مگر انہوں نے کانوں کی حس بڑھا کر اتنی مشق کی ہوئی ہوتی ہے کہ وہ فوراً زمین پر کان لگا کر اس حرکت کو معلوم کر لیتے ہیں اور میلوں میل سے سواروں کے آنے کی آواز سن لیتے ہیں"۔(مشعل راہ جلد 1 صفحہ:329)

"اسی طرح انسانی قدموں کی آواز سے یہ پہچان لیتے ہیں کہ یہ کسی یورپین کا قدم ہے یا دیسی کا۔اسی طرح وہ بو سونگھ کر بتا دیا کرتے ہیں کہ ہماری طرف کوئی آدمی آرہے ہیں"۔(مشعل راہ جلد 1 صفحہ:329)

ورزش اور مشینری کا باہمی رابطہ

اس ضمن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ہدایت فرمائی:

"ہمارے خدام کو مشینری کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے آجکل مشینوں میں برکت دی ہے۔ جو شخص مشینوں پر کام کرنا جانتا ہو۔ وہ کسی بھی جگہ چلا جائے اپنے لئے عمدہ گزارہ پیدا کر سکتا ہے۔

آج کل تمام قسم کے فوائد مشینوں سے وابستہ ہیں اور جتنا مشینوں سے آج کل کوئی قوم دور ہوگی اتنی ہی وہ ترقیات میں پیچھے رہ جائے گی۔ اسی طرح اگر خدام لوہار، ترکھان، بھٹی اور دھونکنی کا کام سیکھیں تو ان کی ورزش کی ورزش بھی ہوتی رہے گی اور پیشہ کا پیشہ بھی ہے۔ چونکہ خدام کے لئے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالنا ضروری ہے۔ اگر خدام ایسے کام کریں تو وہ ایک طرف سے ہاتھ سے کام کرنے والے ہوں گے اور دوسری طرف اپنا گزارہ پیدا کرنے والے ہوں گے۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنا یہ ہمارا طرۂ امتیاز ہونا چاہئے"۔ (مشعل راہ جلد 1 صفحہ:445)

ورزش، بشاشت اور طیب غذا

ورزش کے ساتھ ساتھ بشاشت اور طیب غذا کی بھی بہت اہمیت ہے کیونکہ اس سے قوت عملیہ بہت ترقی کرتی ہے۔ اس بنیادی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے حضور رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا:

"پھر بہت کچھ نشاط اور عزم سے بھی یہ امور تعلق رکھتے ہیں اور تھوڑی تھوڑی غذا سے بھی انسان میں نہایت اعلیٰ درجہ کی قوت عملیہ پیدا ہوتی ہے۔ اگر غذا کے ساتھ ورزش رکھی جائے تو پھر غذا کے استعمال کے وقت بشاشت اور نشاط کو قائم رکھا جائے تو غذا ایسے طور پر جزو بدن ہوتی ہے کہ انسان کے تمام قویٰ میں ایک طاقت محسوس ہونے لگتی ہے۔ جسے ہمارے ملک میں انگ لگنا کہتے ہیں اور یہ چیز اس کی ترقی اور راحت کا موجب ہوتی ہے۔ پس غذا کے صحیح نہ ملنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ لوگوں کو غذا کی کمی کی شکایت ہے۔ بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کو غذا کے استعمال کا صحیح طریق معلوم نہیں۔ اگر صحیح طور پر غذا کھائی جائے تو تھوڑی سے تھوڑی غذا بھی انسان کے اندر بہت بڑی قوت عملیہ پیدا کر دیتی اور اس کے قلب میں نئی امنگ اور نیا جوش بھر دیتی ہے"۔

(مشعل راہ جلد 1 صفحہ:483)

☆...☆...☆

واقفین نو عالمگیر

پاکستان کے ایک واقف نَو مرزا فرّخ احمد صاحب کا انٹرویو

(یہ انٹرویو مرزا دانیال احمد صاحب نے لیا ہے)

سوال: آپ ہمیں اپنے نام، تاریخ پیدائش، پیدائش کے مقام، تعلیم وغیرہ سے آگاہ کریں اور مختصر بتائیں کہ آپ کا بچپن کیسا گزرا؟
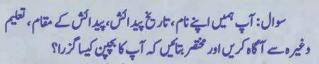
خاکسار کا نام فرخ احمد ہے۔ میری پیدائش یکم فروری 1985ء بروز جمۃ المبارک کو ملتان شہر میں ہوئی۔ میری پیدائش سے قبل میرے والدین نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں مجھے وقف کرنے کی درخواست کی۔ جو حضور نے قبول فرمائی اور جب 1987ء میں حضور نے وقف نو سکیم کا اجرا کیا تو اس میں بھی مجھے شامل فرمایا۔ (یاد رہے کہ یہ ایک استثنائی صورتحال تھی۔ اب ضروری ہے کہ والدین بچہ کی پیدائش سے قبل حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے بچہ کو وقف نَو کی سکیم میں شامل کرنے کی اجازت لیں۔)

میرے والد مرزا نسیم احمد صاحب اور والدہ شاہدہ نسیم صاحبہ ملتان جماعت میں متعدد مقامی اور ضلعی عُہدوں پر خدمت کی توفیق پاتے رہے ہیں۔ الحمد للہ دونوں لمبے عرصہ تک صدر مجلس حسن آباد رہے ہیں۔ چنانچہ ہمارا گھر ہمیشہ ہی نماز سینٹر رہا ہے اور اکثر ضلعی اجتماعات جن میں وقف نو کا اجتماع بھی شامل ہے ہمارے گھر میں ہوتے رہیں ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ علاقے میں مذہبی منافرت کا بھی سامنا رہا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہر شر سے محفوظ رکھا۔

مَیں نے قرآن کریم اپنی والدہ صاحبہ سے پڑھا۔ میری ابتدائی تعلیم ایک پرائیویٹ سکول کی ہے۔ اس کے بعد ایف اے اور بی اے گورنمنٹ کالج ملتان سے کیا۔ وکالت وقف نو سے ہمیشہ رہنمائی لیتا رہا۔ مکرم سید میر قمر سلیمان احمد صاحب وکیل وقف نو کی ہدایت پر ایم اے انگلش کیا۔ اسی دوران گورنمنٹ کالج ملتان سے کمپیوٹر کورسز بھی کئے۔

الحمد للہ اس وقت مَیں نصرت جہاں بوائز کالج میں بطور انگلش لیکچرار خدمت کی توفیق پا رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں نے مزید تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا ہوا ہے۔ ایم اے TEFL بھی کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ پاکستان میں سب سے پہلے واقفِ نَو ٹیچر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ مکرم سید طاہر احمد شاہ صاحب ناظر تعلیم نے اپنی ایک رپورٹ میں بتایا کہ ”یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ نظارت تعلیم کے جملہ ادارہ جات میں یہ پہلا ادارہ ہے جہاں وکالت وقف نو کے توسط سے ایک وقف نو مکرم مرزا فرخ احمد صاحب ملتان سے ایم اے انگلش کر کے آئے ہیں اور بطور انگلش ٹیچر کام کر رہے ہیں۔“ (روزنامہ الفضل 22/اکتوبر 2008ء)

مجھے اللہ تعالیٰ نے طالب علمی کے دور میں ملتان میں بطور ناظم اطفال مجلس، نائب ناظم اطفال ضلع اور حسن آباد میں قائد مجلس کے طور پر خدمت کی توفیق بھی عطا فرمائی ہے۔

سوال: آپ وقف نو ہیں۔ زندگی وقف کرنے کے لئے یعنی تجدید عہد کے لئے آپ کو کس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے؟

مجھے بچپن سے ہی میرے والدین نے یہ بتایا ہوا تھا کہ میں واقف نو ہوں اور جماعت کی امانت ہوں اور جب بھی خلیفۂ وقت یا جماعت مجھے بلائے تو بلا تاخیر مَیں نے لبیک کہنا ہے۔ الحمد للہ یہ ان کی تربیت اور ماحول ہی تھا کہ کبھی دنیاوی تفکرات کی طرف میری سوچ نہ جانے دی۔ پھر ایک اور اہم بات یہ کہ وکالت وقف نو سے رابطہ اور رہنمائی، خاص طور پر مکرم سید میر قمر سلیمان احمد صاحب وکیل وقف نو کی محبت و شفقت ہمیشہ ہر مرحلہ پر میرے ساتھ رہی ہے۔ اسی طرح مکرم شمیم پرویز صاحب نائب وکیل وقف نو بھی پیار و محبت سے رہنمائی کرتے رہے ہیں۔ دونوں بزرگ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات اور ہدایات کو پیش نظر رکھ کر میری رہنمائی فرماتے رہے ہیں۔

سوال: آپ کا تجدید وقف کب اور کس رنگ میں ہوا؟

جواب: 2008ء میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے ربوہ میں ناصر ہائی سکول قائم ہوا۔ وکالت وقف نو کے توسط سے مجھے بطور انگلش ٹیچر اس سکول کے ابتدائی سٹاف میں شامل کیا گیا۔ اس ضمن میں قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلا وقف نو ٹیچر ہونے کے اعزاز سے نوازا ہے۔ الحمد للہ

20 جولائی 2008ء سے مَیں بطور واقف زندگی خدمت کی توفیق پا رہا ہوں۔ بعد ازاں یہ ادارہ Higher سکینڈری کا درجہ اختیار کر گیا اور مجھے اس میں ایف ایس سی کی کلاسز پڑھانے کی توفیق ملتی رہی۔ پھر 2015ء میں میرا تبادلہ نصرت جہاں بوائز کالج میں ہوا اور آج کل بھی یہاں ایف ایس سی اور بی ایس کی کلاسز کو انگلش پڑھا رہا ہو۔

سوال: آپ کی روزمرہ کی مصروفیات کیا ہیں؟

جواب: نماز فجر مسجد میں باجماعت ادا کرنے کے بعد قرآن کریم کی تلاوت اور پھر ناشتہ کے بعد کالج چلا جاتا ہوں۔ نمازِ ظہر اور عصر کالج میں ہی ادا کی جاتی ہیں۔ 3 بجے سے 5 بجے تک بی ایس کی کلاسز پڑھاتا ہوں۔

سوال: کیا آپ مذکورہ بالا خدمت کے علاوہ کسی اور خدت کی توفیق پا رہے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے مذکورہ بالا خدمت کے علاوہ بعض اَور شعبہ جات میں جہاں انگریزی میں کام ہو رہا ہے خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ 2013ء-2014ء میں سیکرٹری خدمتِ خلق مجلس اطفال الاحمدیہ پاکستان کے طور پر کام کرنے کی بھی توفیق پائی ہے۔

سوال: آپ اپنی فیملی کے حوالہ سے ہمیں کچھ بتانا پسند کریں گے۔ مثلاً یہ کہ آپ انہیں کتنا وقت دیتے ہیں؟ نیز یہ بتائیں کہ آپ خود اپنی صحت کو کس طرح برقرار رکھتے ہیں؟

صبح کا ناشتہ اور رات کا کھانا اپنی فیملی کے ساتھ کھاتا ہوں۔ جمعہ کے روز ربوہ میں تعلیمی اور جماعتی ادارے بند ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس روز میری اہلیہ مکرمہ حامدہ رشدی صاحبہ اور میرا بیٹا عزیزم حسان لبیب احمد واقف نو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ اکٹھے سنتے ہیں۔ میرے والدین بھی ربوہ شفٹ ہوگئے ہیں۔ میرے چھوٹے بھائی مکرم مرزا نصر احمد صاحب بھی واقف نو ہیں اور اس وقت طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ کے شعبہ آئی ٹی میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ ان سے تقریباً روزانہ ہی ملاقات ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری اہلیہ صاحبہ ایم اے اردو ہیں اور مریم صدیقہ ہائیر سیکنڈری سکول میں پڑھا رہی ہیں اور بچے کی دینی و دنیوی تربیت پر خصوصی توجہ دیتی ہیں۔ مصروفیات کے باعث مَیں روزانہ کوئی کھیل تو نہیں کرتا۔ پر اکثر کبھی وقت ملے تو بیٹے کے ساتھ گھر پر بیڈ منٹن کھیل لیتا ہوں اور اکثر صبح واک کرتا ہوں۔

سوال: زندگی وقف کرنے والوں کو آپ کیا نصیحت کرنا چاہیں گے؟

خدا تعالیٰ کی جماعت کے لئے اپنی زندگی وقف کرنا ہم پر بہت اہم ذمہ داری عائد کرتا ہے۔ اور اس کا اجر بھی خدا تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ ہمارا مطمح نظر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خلیفۃ المسیح کی خوشنودی کا حصول ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی نسلوں کو بھی اپنے فضلوں اور برکات سے فیضیاب کرتا چلا جاتا ہے۔ خلیفۂ وقت، جماعتی نظام سے اپنا اور اپنے گھر والوں کا مضبوط تعلق قائم کریں۔ اپنی خوشی، غمی اور ہر معاملہ میں خلیفۂ وقت سے رہنمائی لیتے رہیں۔ باقاعدگی سے دعائیہ فیکس کرتے رہیں اور خود بھی دعاؤں پر بہت زور دیں۔ عموماً ہر احمدی اور خصوصاً واقفین کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ایک مشعل راہ ہے کہ

خدمت دین کو اک فضلِ الٰہی جانو

اس کے بدلے میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

سوال: آپ اپنے ٹیچنگ کے تجربہ سے متعلق کیا کہنا چاہیں گے؟

ایم اے انگلش کے امتحانات دینے کے بعد میں نے ناصر ہائی سکول ربوہ میں بطور واقفِ زندگی ٹیچر اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ مکرم مجاہد احمد صاحب پرنسپل ناصر ہائی سکول اور مکرم سید طاہر احمد شاہ صاحب سابق ناظر تعلیم نے بڑی محبت اور شفقت اور توجہ سے میری ہر مرحلہ میں بھر پور رہنمائی فرمائی اور مجھے بطور ٹیچر اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے اور طلباء کی نفسیات، تعلیمی ضروریات کے ساتھ ساتھ اُن کے ذاتی مسائل کو حل کرنا سکھایا۔

اسی طرح مکرم مرزا فضل احمد صاحب ناظر تعلیم اور مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب ایڈیٹر ماہنامہ مصباح کی حضور انور کے ارشادات و ہدایات کے مطابق بیش قیمت نصائح سے بھی مَیں بہت مستفید ہوا ہوں۔ خاص طور پر طلباء کے اخلاقی پہلو، عزت نفس، ذہنی رجحان اور ذاتی پریشانیوں کے متعلق ایک استاد کی بصیرت طلباء کے لئے بہت مفید ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور مجھے وقف کے تقاضوں کو کماحقہ نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆...☆...☆

جلسہ سالانہ یوکے اور جرمنی کے موقع پر وقفِ نَو مرکزیہ کا معلوماتی سٹال

اللہ تعالیٰ کے فضل سے شعبہ وقفِ نَو مرکزیہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد پر جلسہ سالانہ یوکے (3تا5/ اگست 2018ء) اور پھر جلسہ سالانہ جرمنی (7تا9/ ستمبر 2018ء) کے موقع پر پہلی مرتبہ ایک معلوماتی سٹال لگانے کی توفیق ملی۔

اس سٹال کا بنیادی مقصد واقفینِ نو اور ان کے والدین کے سوالوں کے جوابات دینا اور اُن کا شعبہ وقفِ نَو سے مضبوط تعلق پیدا کرنا تھا۔ سٹال کو pull up بینرز سے آویزاں کیا گیا جن پر وقفِ نَو کے حوالہ سے بنیادی معلومات درج تھیں۔ سٹال پر واقفینِ نَو کو اپنے کوائف update کرنے کی سہولت دی گئی۔ نیز ایسے واقفینِ نَو جو تجدید عہد وقف کی عمر کو پہنچے ہوئے تھے انہیں سٹال پر آکر تجدید عہد کا فارم پُر کرنے کا موقع دیا گیا اور انہیں اپنے career کے حوالہ سے خاطر خواہ معلومات و ہدایات بھی دی گئیں۔

جلسہ سالانہ یوکے کے موقع پر وقفِ نَو سٹال کی ایک تصویر

اللہ تعالیٰ کے فضل سے امسال 1 سال سے 21 سال کے وقفینِ نَو کا نیا رنگین نصاب طبع ہوا ہے۔ نصاب کے علاوہ شعبہ وقفِ نَو کی طرف سے شائع کردہ بعض اَور اشاعتیں بھی سٹال پر دستیاب تھیں۔ تحریک وقفِ نَو کے قیام کے حوالہ سے ایک ڈاکومنٹری بھی دکھائی جارہی تھی۔

اس معلوماتی سٹال کا ایک خاص حصہ میڈیا سیکشن تھا جس میں واقفینِ نَو کے انٹرویوز لئے گئے۔ ان سے پوچھا گیا کہ وہ آجکل کے معاشرہ میں واقفِ نَو ہونے کی حیثیت سے کیا کردار ادا کرسکتے ہیں اور کس طرح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 28/ اکتوبر 2016ء کے مطابق "سپیشل" وقفِ نَو بن سکتے ہیں۔ سٹال پر مفت merchandise بھی دستیاب تھا۔

جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر وقفِ نَو سٹال کی ایک تصویر

☆...☆...☆

بقیہ: ہمارا خدا .... از صفحہ نمبر 11

فعل پر اُس کے ماں باپ ناراض ہوتے ہیں اور وہ فعل کسی وجہ سے اُسے مرغوب اور پسند خاطر ہوتا ہے تو اس کے دل میں اس فعل کے کرنے کی خواہش زور پکڑتی ہے لیکن وہ اپنے والدین کی ناراضگی سے ڈر کر اُن سے اپنے اس فعل کو چھپانا چاہتا ہے اور یہ پہلا پردہ ہوتا ہے جو اُس کی فطرت پر پڑتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ وہ اس بات کے لئے بھی تیار ہوجاتا ہے کہ کام تو وہی کرتا ہے جو اسے پسند ہوتا ہے لیکن والدین سے اُسے نہ صرف چھپاتا ہے بلکہ اُن کے دریافت کرنے پر خلافِ واقعہ بیان دے دیتا ہے کہ مَیں نے یہ کام نہیں کیا اور اس طرح اس کا یہ فطری جذبہ کہ ہر معاملہ میں سچّی سچّی بات کہہ دینی چاہئے، ظُلمت کے پردوں کے نیچے دبتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ وقت آتا ہے کہ جب وہ گویا اپنی فطرت کو بالکل ہی بھول جاتا ہے۔ ایسے ہی موقعہ پر کہتے ہیں کہ فلاں شخص کی فطرت مرچکی ہے حالانکہ دراصل فطرت کبھی نہیں مرتی بلکہ صرف بیرونی اثرات کے نیچے دب کر مستور و محجوب ہوجاتی ہے۔ اسی طرح دوسرے فطری جذبات کا حال ہے۔ مثلاً محبت۔ نفرت۔ حلم۔ غضب۔ عفو۔ انتقام۔ شجاعت۔ خوف۔ عفت۔ شہوت۔ ترقی کی خواہش۔ تنزّل سے نفرت اور اسی قسم کے دوسرے جذبات فطرتِ انسانی کے اندر طبعی طور پر مرکوز ہیں لیکن بیرونی اثرات ان کو دباتے یا چمکاتے رہتے ہیں۔ یعنی کبھی تو یہ خواص افراط کی طرف مائل ہوجاتے ہیں اور کبھی تفریط کی طرف جھک جاتے ہیں اور کبھی حدِ اعتدال کے اندر اندر رہتے ہیں۔

ان حالات میں فطرت کی آواز کا سوال ایک بہت نازک اور مشکل

سوال ہے اور سوائے اس شخص کے جس کے فطری جذبات اعتدال کی حالت میں ہوں دوسرے لوگ خود اپنی فطرت کے متعلق بھی عموماً دھوکا کھاجاتے ہیں لیکن بایں ہمہ اس میں شک نہیں کہ فطرت ایک حقیقت ہے جس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا اور ہر فطری خاصہ کا ایک تقاضا ہوتا ہے جو اُس کی آواز کہلاتا ہے۔ مثلاً راست گفتاری ایک فطری خاصہ ہے اور اس خاصہ کا یہ تقاضا ہے کہ جب کوئی موقعہ پیش آئے تو جو بھی واقعہ ہے اُس کے مطابق انسان اپنا بیان دے۔ نہ کوئی بات خلاف کہے اور نہ کوئی بات زیادہ کرے اور یہی تقاضا فطرت کی آواز کہلائے گا چنانچہ اس فطری آواز کو زندہ رکھنے کے واسطے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (سورۃ الروم آیت 13) یعنی اے انسان! تو اپنی توجہ اعتدال کی حالت میں رکھ تا کہ تُو اس فطری حالت پر قائم رہ سکے جس پر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے۔

اَب ہر شخص اپنے اندر غور کرے کہ کیا اس کی فطرت ہستی باری تعالیٰ کے متعلق کوئی آواز پیدا کر رہی ہے یا نہیں؟ کیا وہ جب الگ ہو کر اپنے دل سے یہ سوال کرتا ہے کہ کیا میرا وجود محض ایک اتفاق کا نتیجہ ہے یا کہ مجھے کسی بالا ہستی نے پیدا کیا ہے تو اُسے اس سوال کے جواب میں بغیر اس کے کہ وہ عقلی دلائل کے رستہ پر پڑ کر سوچ بچار کے نتیجہ میں کوئی رائے قائم کرے کوئی فطری آواز سنائی دیتی ہے یا نہیں؟ قرآن شریف فرماتا ہے: وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۔ قَالُوْا بَلٰى ۔ شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ۔ (سورۃ الاعراف 173) یعنی اللہ تعالیٰ نے جب بنی نوع انسان کی نسل کو چلایا تو خود اُن سے اُن کے نفسوں پر شہادت لی اور پوچھا کہ کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں بیشک تو ہمارا ربّ ہے۔ اور یہ خدا نے اس لئے کیا کہ تا قیامت کے دن تمہیں یہ عذر نہ رہے کہ ہمیں تو خدا کے متعلق کچھ پتہ ہی نہیں لگا۔

اس آیتِ کریمہ سے یہی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا کیا تو جس طرح دوسرے خواص وصفات اس کے اندر ودیعت کئے اسی طرح یہ بات بھی اس کی فطرت میں رکھدی کہ تیرا ایک خالق ومالک ہے جس سے تجھے غافل نہ رہنا چاہئے اور خدا نے ایسا اس لئے کیا کہ تا قیامت کے دن کسی کو یہ عذر نہ رہے کہ ہم تو لاعلمی کی حالت میں ہی گزر گئے ورنہ ہم ضرور خدا کی طرف توجہ کرتے۔ غرض دوسرے فطری خواص کی طرح یہ بھی ایک فطری خاصہ ہے کہ ہم خود بخود نہیں ہیں بلکہ ایک بالا ہستی کی قدرتِ خلق سے عالمِ وجود میں آئے ہیں اور ہر شخص جس کی فطرت بیرونی اثرات کے نیچے دب کر مستور و محجوب نہیں ہو چکی اپنے اندر ضرور اس آواز کو گاہے گاہے اٹھتا ہؤا پائے گا کہ میرا ایک پیدا کرنے والا ہے۔ بلکہ جو لوگ کسی وجہ سے اپنی فطرت کو ظُلمت اور غفلتوں کے پردہ کے نیچے دفن کر چکے ہیں اُن پر بھی بعض حالات ایسے آجاتے ہیں کہ اُن کی سوئی ہوئی فطرت اچانک جاگ کر ان کے کان میں یہ آواز پیدا کر دیتی ہے۔ چنانچہ بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ ایک دہریہ بھی سخت اور اچانک مصیبت کے وقت میں رام رام یا اللہ اللہ پکارنے لگ جاتا ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ عادت کا نتیجہ ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ عادت تو حالات کے نتیجہ میں پیدا ہؤا کرتی ہے۔ ایک شخص جو خدا کا منکر ہے اور سالہاسال سے انکار پر قائم چلا آتا ہے بلکہ خدا پر ایمان لانے والوں کے خلاف تقریر وتحریر کے ذریعہ زہر اُگلتا رہتا ہے اس کے متعلق نہیں کہا جاسکتا کہ اُس کا خدا کو پکارنا کسی عادت کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ اُس کی عادت تو خدا کو بُرا بھلا کہنا اور گالیاں دینا ہے نہ کہ خدا کو مدد کے واسطے پکارنا۔ پس ایک سالہاسال کے پختہ دہریہ کے منہ سے اچانک مصیبت کے وقت میں رام رام یا اللہ اللہ کا لفظ نکلنا فطرت کی آواز کے سوا اور کسی چیز کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ دراصل مصیبت بھی ایک زلزلہ کا رنگ رکھتی ہے اور جس طرح زلزلہ بعض اوقات دبی ہوئی چیزوں کو باہر نکال پھینکتا ہے اسی طرح مصائب کا اچانک زلزلہ بھی بعض اوقات انسان کی دبی ہوئی فطرت کو اس کے مدفن سے باہر نکال کر ننگا کر دیتا ہے اور پھر وہی فطرت کی آواز جو ہزاروں پردوں کے نیچے دبی ہوئی ہونے کی وجہ سے سنائی نہ دیتی تھی اب باہر نکل کر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔

(ہمارا خدا۔ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 50 تا 55)

.........................(باقی آئندہ)

دوسروں سے زیادہ سخت جان اور قربانیاں کرنے والے ہیں تو بالکل سپیشل ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 28 اکتوبر 2016ء

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ...

وَ تَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا

اور تجھے سفر کی طاقت ہو تو بیت اللہ کا حج کر۔

اسلام کا پانچواں رُکن۔ حِجّ بَیْتُ اللہ

(مکرم اقبال احمد نجم۔ مبلغ سلسلہ برطانیہ)
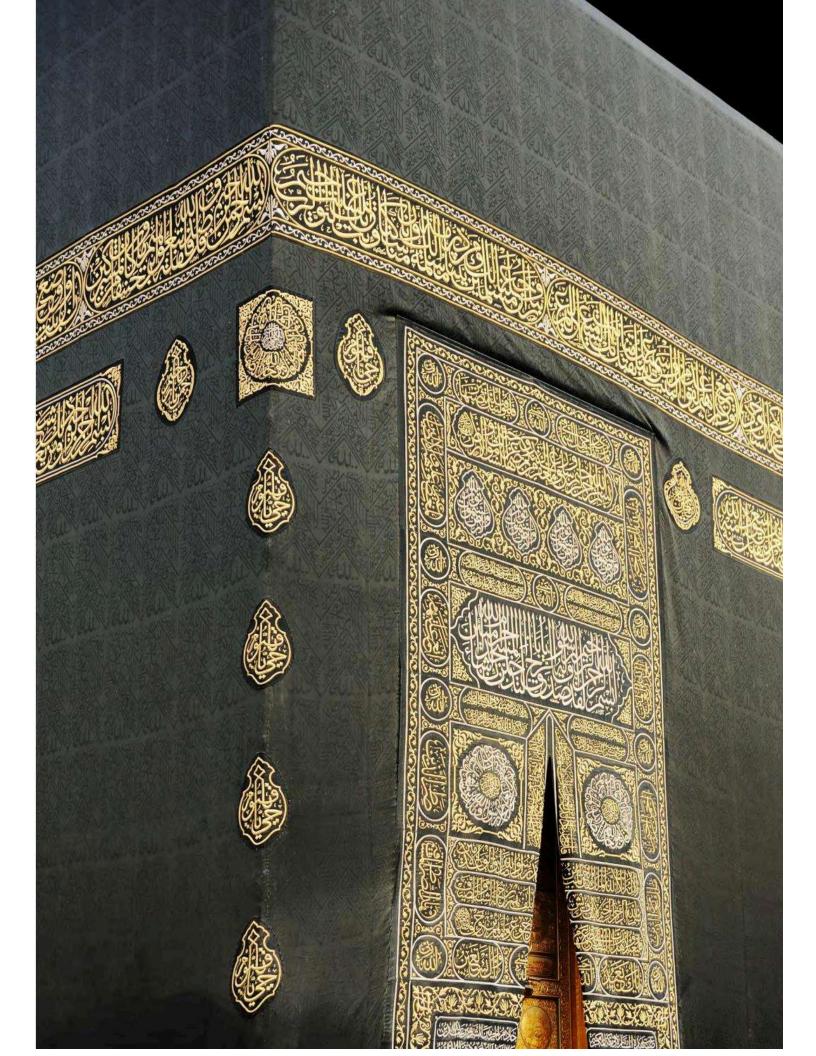
اسلام کا پانچواں رُکن حجّ بَیْتُ اللہ ہے۔ کلمہ، نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ذکر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَتَحُجَّ الْبَیْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا

(صحیح مسلم، بیان الایمان والاسلام والاحسان)

ترجمہ: اور تجھے سفر کی طاقت ہو تو بیت اللہ کا حج کر۔

ہر مسلمان عاقل بالغ جس کے پاس راستے کا خرچ اور پیچھے گھر والوں کے لئے اخراجات ہوں، تندرست ہو، راستے کا امن ہو اور کوئی بھی روک نہ ہو اس کے لئے حج فرض ہے۔

ارکانِ حج

حج کے تین بنیادی رُکن ہیں:

1۔ احرام یعنی نیت باندھنا۔

2۔ وقوف عرفہ۔ یعنی نو ذوالحجہ کو عرفات کے میدان میں ٹھہرنا۔

3۔ طواف زیارت جسے طوافِ افاضہ بھی کہتے ہیں۔ یعنی وہ طواف جو وقوف عرفہ کے بعد دس ذوالحجہ یا اس کے بعد کی تاریخوں میں کیا جاتا ہے۔ (یاد رہے کہ دس ذوالحجہ کے روز بڑی عید یعنی عید الاضحیٰ منائی جاتی ہے۔ حاجی اس روز قربانی کرتا ہے۔ (مدیر))

نو ذوالحجہ کو اگر کوئی شخص عرفات کے میدان میں خواہ تھوڑی دیر کے لئے ہی سہی نہ پہنچ سکے تو اس کا حج نہیں ہو گا۔ پھر اگلے سال نئے احرام کے ساتھ اُسے دوبارہ حج کرنا ہو گا۔

(فقہ احمدیہ صفحہ 331 ایڈیشن مئی 2014ء مطبوعہ نظارت نشر و اشاعت قادیان)

حج ایک عظیم الشان قربانی کی یاد تازہ کرتا ہے

حج در اصل اس عظیم الشان قربانی کی یاد تازہ کرتا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو بیت اللہ کے قریب ایک وادیٔ غیر ذِی زَرْعٍ میں انتہائی بے سر و سامانی کی حالت میں چھوڑ کر سر انجام دی تھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہؓ اور اسمٰعیلؑ کو خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ایک ایسی وادی میں لا کر پھینک دیا جہاں پانی کا ایک قطرہ تک نہ تھا اور کھانے کے لئے ایک دانہ تک نہ تھا۔ جب انسان حج کے لئے جاتا ہے تو اس کی آنکھوں کے سامنے یہ نقشہ آ جاتا ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ کے لئے قربانی کرنے والے بچائے جاتے ہیں۔ اور اُن کو اللہ تعالیٰ غیر معمولی عزت دیتا ہے۔ اور حج کرنے والے کے دل میں بھی خدا تعالیٰ کی محبت بڑھتی اور اُس کی ذات پر یقین ترقی کرتا ہے۔ پھر وہ اپنے آپ کو اس گھر میں دیکھ کر جو ابتدائے دنیا سے خدا تعالیٰ کی یاد کے لئے بنایا گیا ہے۔ ایک عجیب روحانی تعلق اُن لوگوں سے محسوس کرتا ہے جو ہزاروں سال پہلے سے اس روحانی مسلک میں پروئے چلے آتے ہیں۔ جس میں یہ شخص پر دیا ہوا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی یاد اور اُس کی محبت کا رشتہ جو سب کو باندھے ہوئے ہے خواہ وہ پُرانے ہوں یا نئے۔ اسی طرح بیت اللہ کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کا نقشہ انسانی آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ اور اُسے احساس ہوتا ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے غیر معمولی طور پر چاروں طرف سے لوگوں کو اس گھر کے گرد جمع کر دیا ہے۔ جب انسان بیت اللہ کو دیکھتا ہے اور اُس پر اُس کی نظر

منیٰ کا ایک منظر

پڑتی ہے تو اُس کے دل پر ایک خاص اثر پڑتا ہے۔ اور وہ قبولیتِ دُعا کا ایک عجیب وقت ہوتا ہے۔

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب مَیں نے حج کیا تو مَیں نے ایک حدیث پڑھی ہوئی تھی کہ جب پہلے پہل خانہ کعبہ نظر آئے تو اُس وقت جو دعا کی جائے وہ قبول ہو جاتی ہے۔ فرمانے لگے۔ اُس وقت میرے دل میں کئی دعاؤں کی خواہش ہوئی۔ لیکن میرے دل میں فوراً خیال پیدا ہوا کہ اگر مَیں نے یہ دعائیں مانگیں اور قبول ہو گئیں اور پھر کوئی اور ضرورت پیش آئی تو پھر کیا ہو گا۔ پھر تو نہ حج ہو گا اور نہ یہ خانہ کعبہ نظر آئے گا۔ کہنے لگے: تب مَیں نے سوچ کر یہ نکالا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کروں کہ یا اللہ! مَیں جو دعا کیا کروں وہ قبول ہوا کرے۔ تاکہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے۔

مَیں نے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ سے یہ بات سُنی ہوئی تھی۔ جب مَیں نے حج کیا تو مجھے بھی وہ بات یاد آ گئی۔ جونہی خانہ کعبہ نظر آیا ہمارے نانا جان نے ہاتھ اُٹھائے کہنے لگے دعا کر لو۔ وہ کچھ اور دعائیں مانگنے لگ گئے مگر مَیں نے تو یہی دعا کی کہ یا اللہ! اس خانہ کعبہ کو دیکھنے کا مجھے روز

روز کہاں موقعہ ملے گا۔ آج عمر بھر میں قسمت کے ساتھ موقع ملا ہے۔ پس میری یہی دُعا ہے کہ تیرا اپنے رسول سے وعدہ ہے کہ اس کو پہلی دفعہ حج کے موقعہ پر دیکھ کر جو شخص دعا کرے گا وہ قبول ہو گی۔ میری دعا تجھ سے یہی ہے کہ ساری عمر میری دعائیں قبول ہوتی رہیں۔ چنانچہ اُس کے فضل اور احسان سے میں برابر یہ نظارہ دیکھ رہا ہوں کہ میری ہر دعا اس طرح قبول ہوتی ہے کہ شاید کسی اعلیٰ درجہ کے شکاری کا نشانہ بھی اِس طرح نہیں لگتا۔

اِسی طرح بیت اللہ کے گرد چکر لگاتے وقت جب انسان دیکھتا ہے کہ ہزاروں لوگ اس کے گرد چکر لگا رہے ہیں اور ہزاروں ہی اس کے گرد نمازیں پڑھ رہے ہیں۔ تو اُس کے دل میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ مَیں دنیا سے کٹ کر خدا تعالیٰ کی طرف آ گیا ہوں۔ اور میرا ابھی اب یہی کام ہے کہ مَیں اُس کے حضور سر بسجود رہوں۔ پھر سعی بین الصفا والمروۃ میں حضرت ہاجرہؑ کا واقعہ انسان کے سامنے آتا ہے اور اُس کا دل اس یقین سے بھر جاتا ہے کہ انسان اگر جنگل میں بھی خدا تعالیٰ کے لئے ڈیرہ لگا دے تو خدا تعالیٰ اُسے کبھی ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ اُس کے لئے خود اپنے پاس سے سامان مہیّا کرتا اور اُسے معجزات اور نشانات سے حصّہ دیتا ہے۔ پھر وہاں جتنے مقام شعائر کا درجہ رکھتے ہیں اُن کے بھی ایسے نام رکھ دیئے گئے ہیں کہ جن سے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً سب سے پہلے لوگ "منٰی" میں جاتے ہیں۔ یہ لفظ اُمْنِیَّۃ سے نکلا ہے جس کے معنے آرزو اور مقصد کے ہیں۔ اور اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ لوگ اس جگہ محض خدا کو ملنے اور شیطان سے کامل نفرت اور علیحدگی کا اظہار کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ پھر "عرفات" ہے۔ جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ اب ہمیں خدا تعالیٰ کی پہچان اور اُس کی معرفت حاصل ہو گئی ہے اور ہم اُس سے مل گئے ہیں۔ اِس کے بعد مزدلفہ ہے جو قرب کے معنوں پر دلالت کرتا ہے اور جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ وہ مقصد جس کی ہم تلاش کر رہے ہیں وہ ہمارے قریب آ گیا ہے۔ اِسی طرح مشعر الحرام جو ایک پہاڑی ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مخلصانہ عقیدت اور ابراہیم کے جذبات ہمارے دلوں میں پیدا کرتی ہے کیونکہ یہ وہ مقام ہے جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خاص طور پر دعائیں فرمایا کرتے تھے۔ پھر مکّہ مکرّمہ ایسی جگہ ہے جہاں سوائے چند درختوں اور اذخر گھاس کے اَور کچھ نہیں ہوتا۔ ہر جگہ ریت ہی ریت اور کنکر ہی کنکر ہیں۔ اور کچھ چھوٹی چھوٹی گھاٹیاں ہیں۔ غرض وہ ایک نہایت ہی خشک جگہ ہے۔ نہ کوئی سبزہ ہے نہ باغ۔ دنیا کی کشش رکھنے والی چیزوں میں سے وہاں کوئی بھی چیز نہیں۔ پس وہاں جانا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور اُس کے قرب اور رضاء کے لئے ہی ہو سکتا ہے اور یہی غرض حج بیت اللہ کی ہے۔ پھر احرام باندھنے میں بھی ایک خاص بات کی طرف اشارہ ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان کو یوم الحشر کا اندازہ ہو سکے۔ کیونکہ جیسے کفن میں دو چادریں ہوتی ہیں احرام میں بھی دو ہی ہوتی ہیں۔ ایک جسم کے اوپر کے حصّہ کے لئے اور دوسری نیچے کے حصّہ کے لئے۔ پھر سر بھی ننگا ہوتا ہے۔ اور عرفات وغیرہ میں یہی نظارہ ہوتا ہے۔ جب لاکھوں آدمی اِس شکل میں وہاں جمع ہوتے ہیں تو حشر کا نقشہ انسان کی آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم خدا تعالیٰ کے سامنے ہیں اور کفن میں لپٹے ہوئے ابھی قبروں سے نکل کر اُس کے سامنے حاضر ہوئے ہیں۔ پھر حج بیت اللہ میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت ہاجرہؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات زندگی انسان کی آنکھوں کے سامنے آ جاتے ہیں اور اس کے اندر ایک نیا ایمان اور عرفان پیدا ہوتا ہے۔ یوں تو اور قوموں نے بھی اپنے بزرگوں کے واقعات تصویری

حاجیوں سے پُر عرفات کا مقام

زبان میں کھینچنے کی کوشش کی ہے جیسے ہندو دسہرہ میں اپنے پُرانے تاریخی واقعات دہراتے ہیں۔ مگر مسلمانوں کے سامنے خدا تعالیٰ نے اُن کے آباؤاجداد کے تاریخی واقعات کو ایسی طرز پر رکھا ہے کہ اُس سے پُرانے واقعات کی یاد بھی تازہ ہو جاتی ہے۔ اور آئندہ پیش آنے والے حادثہ یعنی قیامت کا نقشہ بھی آنکھوں کے سامنے کھچ جاتا ہے۔ اِسی طرح
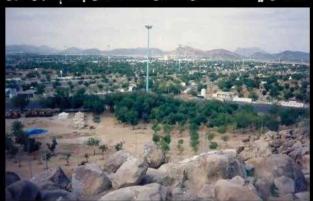
مزدلفہ کی ایک تصویر

رمی الجمار کی اصل غرض بھی شیطان سے بیزاری کا اظہار کرنا ہے اور اس جمار کے نام بھی جمرۃ الدنیا، جمرۃ الوسطیٰ اور جمرۃ العقبیٰ اس لئے رکھے گئے ہیں کہ انسان اس امر کا اقرار کرے کہ وہ دنیا میں بھی اپنے آپ کو شیطان سے دُور رکھے گا اور عالمِ برزخ اور عالمِ عقبیٰ میں بھی ایسی حالت میں جائے گا کہ شیطان کا کوئی اثر اُس کی روح پر نہیں ہو گا۔ اِسی طرح ذبیحہ سے اِس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار رکھے اور جب بھی اُس کی طرف سے آواز آئے وہ فوراً اپنا سر قربانی کے لئے جھکا دے اور اُس کی راہ میں اپنی جان تک دینے سے بھی دریغ نہ کرے۔ پھر سات طواف سات سعی اور سات ہی رمی ہیں۔ اس سات کے عدد میں روحانی مدارج کی تکمیل کی طرف اشارہ کیا گیا کہ اِس کے بھی سات ہی درجے ہیں جن کو حاصل

رمی الجمار کے دوران لی گئی ایک تصویر

کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ چنانچہ سورۂ مومنون میں ان درجات کی تفصیل دی گئی ہے۔ اِسی طرح حجرِ اسود کو بوسہ دینا بھی ایک تصویری زبان ہے۔ بوسہ کے ذریعہ انسان اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ مَیں اس وجود کو جس کو مَیں بوسہ دے رہا ہوں اپنے آپ سے جدا رکھنا پسند نہیں کرتا۔ بلکہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے جسم کا ایک حصّہ بن جائے۔ غرض حج ایک عظیم الشان عبادت ہے جو ایک سچے مومن کے لئے ہزاروں برکات اور انوار کا موجب بنتی ہے۔" (تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 450-452)

مقام ابراہیم

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (البقرۃ:126) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"مقام ابراہیم کعبہ کے پاس ایک خاص جگہ ہے جہاں طواف بیت اللہ کے بعد مسلمانوں کو دو سنتیں پڑھنے کا حکم ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابرہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے بعد اس جگہ شکرانہ کے طور پر نماز پڑھی تھی اور اس سنت کو جاری رکھنے کے لے وہاں دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن مَیں سمجھتا ہوں۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى میں جس امر کی طرف توجّہ دلائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ عبادت اور

مقام ابراہیم کی ایک تصویر

فرمانبرداری کے جس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے تھے تم بھی اسی مقام پر اپنے آپ کو کھڑا کرنے کی کوشش کرو۔ لوگ غلطی سے مقامِ ابراہیمؑ سے مراد صرف جسمانی مقام سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ ابراہیمؑ کا اصل مقام وہ مقامِ اخلاص اور مقامِ تقویٰ تھا جس پر کھڑے ہو کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اور اُسی رنگ میں دین کے لئے قربانیاں بجالاؤ جس رنگ میں ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور جس رنگ میں ابراہیمؑ نے
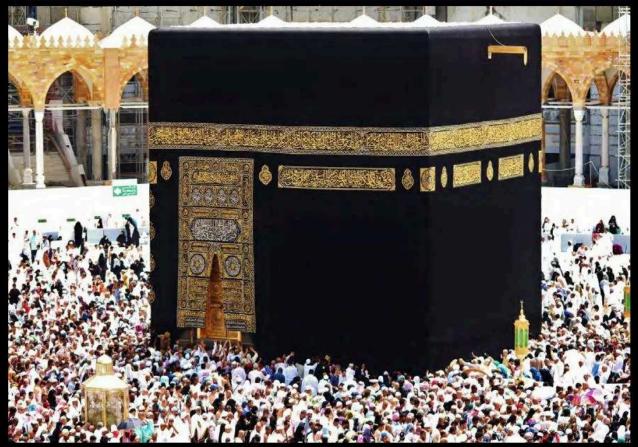
اللہ تعالیٰ کے لئے قربانیاں کیں۔ پس یہاں مقامِ ابراہیم سے مراد کوئی جسمانی مقام نہیں بلکہ روحانی مقام مراد ہے۔ ہماری زبان میں بھی کہتے ہیں کہ تم نے میرے مقام کو نہیں پہچانا۔ اب اگر کوئی شخص یہ الفاظ کہے تو دوسرا شخص یہ نہیں کرتا کہ اُسے دھکّا دے کر پرے پھینک دے اور کہے کہ تم جس مقام پر کھڑے تھے وہ تو مَیں نے دیکھ لیا ہے۔ ہمیشہ ایسے الفاظ سے درجہ کی بلندی مراد ہوتی ہے۔ پس وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّى کے یہی معنے ہیں کہ ابراہیمؑ نے جس اخلاص اور جس محبت اور جس تقویٰ اور جس انابت الی اللہ سے نیکیوں میں حصّہ لیا تھا تم بھی اُسی مقام پر کھڑے ہو کر اُن نیکیوں میں حصّہ لو تا کہ تمہیں بھی ابراہیمی مقام حاصل ہو۔ اگر مقامِ ابراہیم کو مصلّٰی بنانے کے یہی معنے ہوں کہ ہر شخص اُن کے مصلّٰی پر جا کر کھڑا ہو تو یہ تو قطعی طور پر ناممکن ہے۔ اوّل تو یہ جھگڑا رہتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں نماز پڑھی تھی یا وہاں۔ اور اگر بالفرض یہ یقینی طور پر پتہ لگ بھی جاتا کہ انہوں نے کہاں نماز پڑھی تھی تو بھی ساری دنیا کے مسلمان وہاں نماز نہیں پڑھ سکتے۔ صرف حج میں ایک لاکھ سے زیادہ حاجی شامل ہوتے ہیں۔ اگر جلدی جلدی بھی نماز پڑھی جائے تب بھی ایک شخص کی نماز پر دومنٹ صرف آئیں گے اس کے معنے یہ ہوئے کہ ایک گھنٹہ میں تیس اور چوبیس گھنٹہ میں سات سو بیس آدمی وہاں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اب بتاؤ کہ باقی جو 99280 رہ جائیں گے وہ کیا کریں گے اور باقی مسلم دنیا کے لئے تو کوئی صورت ہی ناممکن ہو گی۔ پس اگر اس حکم کو ظاہر پر محمول کیا جائے تو اس پر عمل ہو ہی نہیں سکتا۔"

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 168 تا 169)

اللہ تعالیٰ ہم واقفین نَو کو حج کے فریضہ کو کما حقّہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆...☆...☆

حج کے لئے مختلف نقشے دستیاب ہیں جن سے حج کی تفصیلات معلوم ہو جاتی ہیں
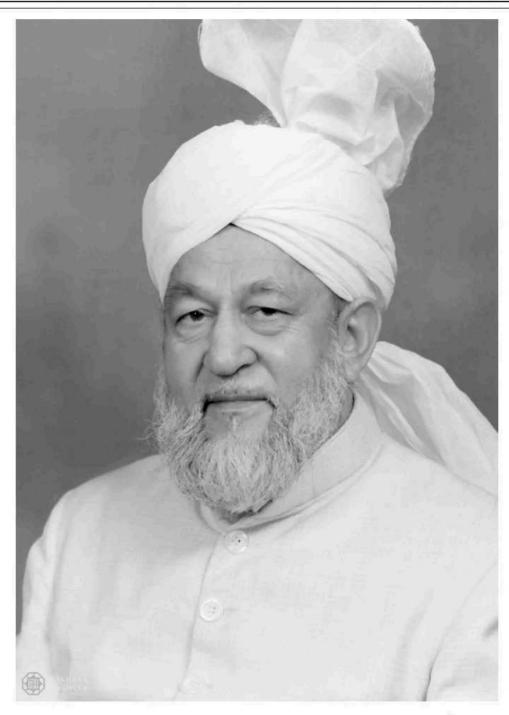
حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"میرا ساری زندگی کے تجربے کا نچوڑ یہ ہے کہ خلیفۂ وقت کی ہدایت پر اگر اخلاص کے ساتھ اور سنجیدگی کے ساتھ توجہ دیں گے خواہ آپ کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے تو آپ کے کاموں میں غیر معمولی برکت پڑے گی اور اگر آپ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے بھلائیں گے تو پھر آپ کے کاموں میں سے برکت اُٹھ جائے گی۔"

(خطبہ جمعہ 6/نومبر 1987ء)